مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ

انصار الدین

مارچ و اپریل 2023ء | امان و شہادت ۱۴۰۲ ہجری شمسی | رمضان و شوال ۱۴۴۴ ہجری قمری



مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام
حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
(1835-1908)

کیوں عجب کرتے ہو گر مَیں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دَم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

(درثمین صفحہ 150)

مجلس انصار اللہ برطانیہ
فلاحی منصوبے برائے سال 2023ء



آنکھوں کے آپریشنز
مسرور آئی انسٹیٹیوٹ برکینا فاسو

ایک آنکھ کے آپریشن کے اخراجات: £50

ٹیوب ویل

پانی کا نیا کنواں: £2,000

مرمت برائے پانی کا کنواں: £750

ایک کنواں / پمپ روزانہ 1000 سے زائد لوگوں کو تازہ پانی مہیا کرتا ہے



مسرور جنرل ہسپتال
برکینا فاسو

پہلے مرحلے میں زچہ وبچہ یونٹ کی تعمیر ہو گی۔

عطیہ برائے تعمیر بلاک: مبلغ 250،000 پاونڈز

عطیہ برائے تعمیر وارڈ: مبلغ 24،000 پاونڈز

عطیہ برائے کمرہ: مبلغ 10،000 پاونڈز

مبلغ 5,000 پاونڈز یا اس سے زائد عطیات دینے والوں کے نام بغرضِ دعا ہسپتال کی راہداری میں لگائے جائیں گے۔



اس ہسپتال کی تعمیر مختلف مراحل میں ہو گی۔

اس کارِ خیر میں آپ دنیا کے کسی بھی ملک سے حصہ لے سکتے ہیں

PLEASE KINDLY DONATE GENEROUSLY

USE THIS LINK: https://donation.charitywalkforpeace.org/
OR Scan the QR code. You can call us and we will assist you 020 8874 6630.

MAJLIS ANSARULLAH UK 33 GRESSENHALL ROAD LONDON SW18 5QH
T: 020 8874 6630 E: INFO@CHARITYWALKFORPEACE.ORG W: CHARITYWALKFORPEACE.ORG

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ

انصار الدین

جلد 20 نمبر 2 مجلس انصار اللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ مارچ و اپریل 2023ء

مجلس انصار اللہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدو جہد کرتا رہوں گا اور اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ
کیا آپ حضرت امیر المومنین
خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات
اور احمدیوں کی حفاظت کے لیے روزانہ دو نفل
ادا کر رہے ہیں اور
ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟

صدر مجلس: ڈاکٹر چودھری اعجاز الرحمٰن

قائد اشاعت: محمد اسحٰق ناصر

مدیر: محمود احمد ملک

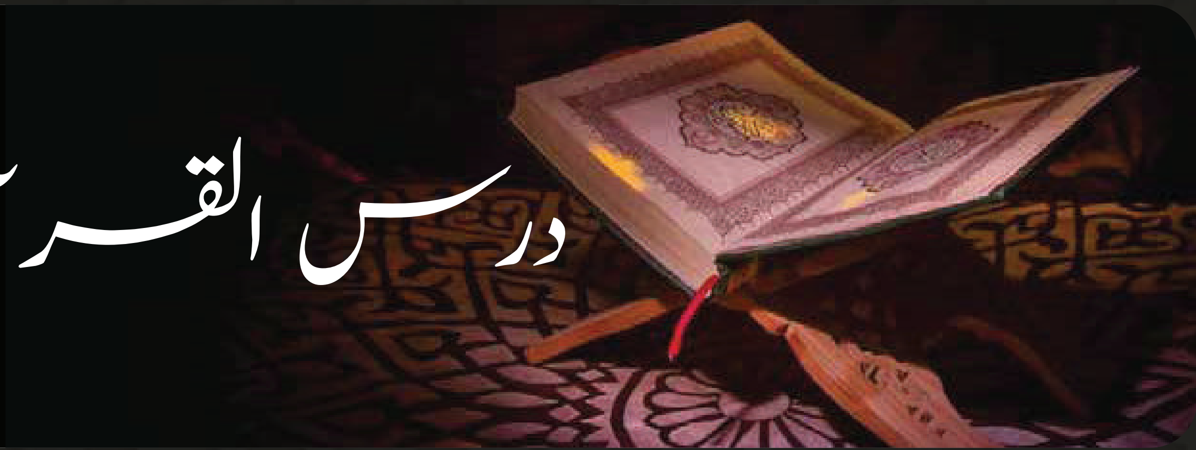
نائبین: صفدر حسین عباسی
میر انجم پرویز

مینیجر: شفقت محمود ملک

ڈیزائننگ: مرزا سلیمان احمد

"Ansaruddin" 33 Gressenhall Road, London, SW18 5QH, United Kingdom e-mail address: ansaruddin@ansar.org.uk

درس القرآن



إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (الاحزاب:57)

ترجمہ: یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (البقرۃ:149)

ترجمہ: ہر ایک کے لیے ایک مطمحِ نظر ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے پس نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ

تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تمہیں اکٹھا کر کے لے آئے گا یقیناً اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (الفتح:30)

ترجمہ: تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا۔ وہ اللہ ہی سے فضل اور رضا چاہتے ہیں۔

سجدوں کے اثر سے ان کے چہروں پر ان کی نشانی ہے۔

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۔ (الشوریٰ:43-44)

ترجمہ: الزام تو صرف اُن پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی سے کام لیتے ہیں۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور جو صبر کرے اور بخش دے تو یقیناً یہ اُولوالعزم باتوں میں سے ہے۔



حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر پھرتے رہتے ہیں اور وہ مجھے میری امت کی طرف سے سلام پہنچاتے ہیں۔

(النسائی کتاب السھو باب السلام علی النبیؐ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے۔

(ترمذی کتاب البر والصلۃ باب ماجاء فی ادب الولد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کی عزت کرو اور ان کی اچھی تربیت کرو۔ (ابن ماجہ کتاب الادب باب برالوالدوالاحسان الی البنات)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان تم میں ایک کی گدی پر، جب وہ سوتا ہے، تین گرہیں دیتا ہے۔ ہر گرہ مضبوطی سے لگاتا ہے۔ (کہتا ہے:) ابھی تیرے لیے بڑی رات ہے، سوئے رہو۔ پھر اگر وہ جاگ پڑے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر وہ وضو کرلے تو ایک اور گرہ کھل جاتی ہے اور اگر نماز پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ پھر تو وہ صبح کو تازہ دم خوش مزاج ہوتا ہے۔ ورنہ سُست بدمزاج رہے گا۔ (بخاری کتاب التہجد باب عقد الشیطان علی قافیۃ الراس)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا: تین باتیں جس میں ہوں وہ ایمان کا مزا پالیتا ہے۔ یہ کہ اللہ اور اس کا رسول تمام دوسری چیزوں سے بڑھ کر اس کو پیارے ہوں اور یہ کہ جس انسان سے بھی محبت کرے صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے محبت کرے اور یہ کہ کفر میں لوٹنا ایسا ہی برا سمجھے جس طرح وہ آگ میں پھینکے جانے کو برا سمجھتا ہے۔ (بخاری کتاب الایمان باب حلاوۃ الایمان)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطاب کرتے ہوئے ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ یعنی جو شخص امانت کا لحاظ نہیں رکھتا اس کا ایمان کوئی ایمان نہیں اور جو عہد کی پابندی نہیں کرتا، اس کا پاس نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔ (مسند احمد بن حنبل حدیث 13199)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی کسی کی بے چینی اور اس کے کرب کو دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے کرب اور اس کی بے چینی کو دُور کرے گا اور جو شخص کسی تنگ دست کے لیے آسانی مہیا کرتا ہے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے لیے آسانی اور آرام کے سامان بہم پہنچائے گا اور جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کے لیے کوشاں رہتا ہے۔

(ترمذی کتاب البرّ والصلۃ باب فی الستر علی المسلم)



امام الکلام ۔ کلام الامام

علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعوت الی اللہ کے لیے اپنی زندگیوں کو وقف کرنے کے حوالے سے احمدیوں کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

''یاد رکھو کہ جو شخص خدا کے لیے زندگی وقف کر دیتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ وہ بے دست و پا ہو جاتا ہے۔ نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ دین اور للّٰہی وقف انسان کو ہوشیار اور چابکدست بنا دیتا ہے۔ سُستی اور کسل اُس کے پاس نہیں آتا۔'' (ملفوظات جلد اول صفحہ 365)

''ہمیں ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور سے کچھ کر کے دکھانے والے ہوں۔ علمیت کا زبانی دعویٰ کسی کام کا نہیں۔ ایسے ہوں کہ نخوت اور تکبر سے بکلی پاک ہوں اور ہماری صحبت میں رہ کر یا کم از کم ہماری کتابوں کا کثرت سے مطالعہ کرنے سے ان کی علمیت کامل درجہ تک پہنچی ہوئی ہو۔ . . تبلیغ سلسلہ کے واسطے ایسے آدمیوں کے دوروں کی ضرورت ہے مگر ایسے لائق آدمی مل جاویں کہ وہ اپنی زندگی اس راہ میں وقف کر دیں۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ بھی اشاعت اسلام کے واسطے دور دراز ممالک میں جایا کرتے تھے۔ یہ جو چین کے ملک میں کئی کروڑ مسلمان ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بھی صحابہؓ میں سے کوئی شخص پہنچا ہوگا۔

اگر اسی طرح بیس یا تیس آدمی متفرق مقامات میں چلے جاویں تو بہت جلدی تبلیغ ہو سکتی ہے، مگر جب تک ایسے آدمی ہمارے منشا کے مطابق اور قناعت شعار نہ ہوں تب تک ہم ان کو پورے پورے اختیارات بھی نہیں دے سکتے۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ ایسے قانع اور جفاکش تھے کہ بعض اوقات صرف درختوں کے پتوں پر ہی گزر کر لیتے تھے۔

تمام ہندوستان ہمارے دعاوی سے ایسا بے خبر پڑا ہے کہ گویا کسی کو خبر ہی نہیں۔ میرے نزدیک یہ مدرسہ یا کالج وغیرہ کا بنانا اول سلسلہ کی مضبوطی پر موقوف ہے۔ اول چاہیے کہ سلسلہ میں ایسے لوگ ہوں جو سلسلہ کی ضروریات کی مدد کرنے والے ہوں جب سلسلہ کی ضروریات مثل لنگر وغیرہ ہی پوری نہیں ہوتیں تو اور کاموں میں بہت توجہ کرنا بھی بے فائدہ ہے۔ اگر کچھ ایسے لائق اور قابل آدمی سلسلہ کی خدمات کے واسطے نکل جاویں جو فقط لوگوں کو اس سلسلہ کی خبر ہی پہنچا دیں تو بھی بہت بڑے فائدہ کی توقع کی جا سکتی ہے۔'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 682)

''اس سے بڑھ کر اور کیا دینی خدمت ہوگی۔ مرنا تو ہر ایک نے ہی ہے اور اس جان نے ایک دن اس قالب کو چھوڑنا ضرور ہے مگر کیا عمدہ وہ موت ہے جو خدمتِ دین میں آوے۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ 484)



فرمودات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس انصار اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع 2022ء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

’’اب جبکہ ٹی وی کے ذریعہ تمام دنیا رابطوں کے لحاظ سے ایک ہوگئی ہے، ہر احمدی ہر بات کا جو خلیفۂ وقت کی طرف سے جماعت کی بہتری کے لیے کہی جا رہی ہے اپنے آپ کو مخاطب سمجھے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے تو ایک انقلاب ہے جو ہم اپنی حالتوں میں لا سکتے ہیں۔

پس پہلی بات تو یہ ہے کہ جو باتیں مَیں نے لجنہ میں کی ہیں ان کا انصار اپنے آپ کو بھی مخاطب سمجھیں۔ اور جب مرد اور عورت ایک ہو کر نیکیوں کو اختیار کرنے اور بدیوں کو ترک کرنے کے لیے کوشش کریں گے تو پھر ایک انقلاب ہوگا جو ہم اپنے گھروں میں بھی لا سکیں گے، اپنی حالتوں میں بھی لا سکیں گے، اپنے بچوں میں بھی لا سکیں گے اور اپنے معاشرے میں بھی لا سکیں گے۔ پس انصار اللہ کی عمر کو پہنچے ہوئے مرد جو اپنی عمر کے لحاظ سے اپنی سوچ کی بلوغت کو بھی پہنچ چکے ہیں انہیں خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہر نیکی کی بات جو جماعت کے کسی بھی طبقے کو مخاطب کر کے کہی جا رہی ہے اسے ہم نے نہ صرف اپنے پر لاگو کرنا ہے بلکہ دوسروں کے سامنے نمونہ بن کر حقیقی اسلامی معاشرہ قائم کرنا ہے۔

اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو دنیا کی اصلاح کے لیے اور اسلام کی حقیقی تعلیم کے پھیلانے کے لیے آئے تھے جن کو ہم نے مانا اس لیے کہ اپنی بھی اصلاح کریں اور دنیا کو بھی اسلام کی خوبصورت تعلیم سے آگاہ کریں تو پھر اس کے لیے ہر نیکی کو اختیار کرنے اور ہر بدی کو بیزار ہو کر ترک کرنے کی ہمیں خاص کوشش کرنی ہوگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت کو جو مختلف مواقع پر نصائح فرمائیں اس کے حوالے سے بھی چند باتیں آپ سے کرنا چاہوں گا۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ انصار اللہ کی عمر کے لوگ اپنی عقل اور تجربے کے لحاظ سے انتہا کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ پس یہ بات ان سے یہ بھی تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنی دینی، روحانی اور اخلاقی حالتوں کے بھی اعلیٰ نمونے دکھائیں۔ اپنے جائزے لیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر ہم نے اپنے اندر کیا تبدیلی پیدا کی ہے اور دوسروں کو اس سے کیا فائدہ پہنچا رہے ہیں۔‘‘

(اختتامی خطاب بر موقع سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ یوکے 2022ء)

اداریہ

یوم مسیح موعود منانے کا بہترین انداز

23؍مارچ (یوم مسیح موعود) ہر سال ہمارے لیے اس عہد بیعت کو تازہ اوراس کی تجدید کرواتا ہے جسے ہم نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لاتے ہوئے اور آپؑ کی صداقت کا اقرار کرتے ہوئے دس شرائطِ بیعت کی صورت میں اپنی زندگیوں پر نافذ کرنے کا اقرار کیا ہے۔ ہر سال تجدیدِ بیعت کی تقریب کے موقع پر ہم خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی شہادت دینے کے بعد صدقِ دل سے یہ اقرار کرتے ہیں کہ ہم ہمیشہ اُن دس شرائط بیعت پر کاربند رہنے کی کوشش کریں گے جن پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے احباب جماعت کو عمل پیرا ہونے کی نصیحت، تلقین اور تاکید فرمائی ہے۔ تجدیدِ بیعت کے وقت بارہا کیے جانے والے اس اقرار کہ ”مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقرر فرمودہ دس شرائط بیعت کا پابند رہنے کی کوشش کروں گا“ کے باوجود اگر ہم اپنی عملی حالت کا جائزہ لیں تو اکثریت کو یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ اکثر و بیشتر یہ شرائط ہمارے پیش نظر نہیں رہتیں۔

ان شرائط بیعت کی اہمیت کے پیش نظر خلفائے عظام نے مختلف پہلوؤں سے ان شرائط کو بارہا اپنے خطبات اور خطابات میں ذکر فرمایا ہے۔ امیر المومنین سیّدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تو مسند خلافت پر متمکّن ہونے کے ساتھ ہی اس اہم مضمون پر مختلف جہتوں سے تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے اپنے متعدد خطبات اور خطابات میں عہدِ بیعت کے تعلق میں ہمیں ہماری ذمہ داریوں کا احساس دلایا ہے۔ جو بعد ازاں یکجائی طور پر کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔

ہمارا مشاہدہ ہے کہ جب سوزِ قلب اور جذبۂ محبت سے کسی کو نصیحت کی جائے تو سعید فطرت پر وہ ضرور اثر دکھاتی ہے۔ اور یہ نصیحت اُس وقت مزید زود اثر ہو جایا کرتی ہے جب اس کا ماخذ کلام اللہ اور قول رسول ﷺ ہو۔ خصوصاً جب وہ نصیحت امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکت الفاظ میں ہو اور وہ الفاظ بھی امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے ہوں۔ پس اپنے عہد بیعت کو پورا کرنے اور شرائط بیعت کو اپنی عملی زندگی کا حصہ بنانے کی خاطر ہمیں مذکورہ کتاب کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیے۔ اور اگر کسی وجہ سے اس کتاب کا مطالعہ کرنا ممکن نہ ہو سکے تو ان خطبات اور خطابات کی ریکارڈنگ سننے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

شرائط بیعت کو پیش نظر رکھنا اور صمیم قلب سے ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنا اگرچہ ہر احمدی کی بنیادی ذمہ داری ہے تاہم انصار کے لیے یہ اس لیے بھی ضروری ہے کیونکہ ہم اپنی عمر کے اُس حصے میں داخل ہو چکے ہیں جہاں اپنے انجام کے بخیر ہونے کے لیے ہمیں زیادہ فکرمند ہونے کی ضرورت ہے۔ شرائط بیعت کو حرزِ جاں بناتے ہوئے جہاں قول و فعل میں عدم تضاد کو یقینی بنا کر ہم اپنی اولادوں اور دیگر اقرباء کی تربیت کے لیے ایک خوبصورت نمونہ پیش کر رہے ہوں گے وہاں اپنی ذاتی، اخلاقی اور روحانی ترقیات کے حصول کو بھی یقینی بنا سکیں گے اور اپنے طرزِ عمل سے معاشرے اور ماحول میں دعوت الی اللہ کا فریضہ مؤثر رنگ میں ادا کرنے کی سعادت بھی پا سکیں گے۔ پس یوم مسیح موعود منانے کا یہی بہترین انداز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عہد بیعت کی حکمت و اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس پر کماحقّہٗ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(محمود احمد ملک)

شرائط بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ

بیان فرمودہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی، مسیح موعود و مہدی معہودؑ

اوّل: بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم: یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہو گا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم: یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم: یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم: یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہو گا اور ہر ایک ذِلّت اور دکھ کے قبول کرنے کے لیے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم: یہ کہ اتّباعِ رسم اور متابعتِ ہواوہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قَالَ اللہ اور قَالَ الرَّسُوْل کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم: یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم: یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم: یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم: یہ کہ اس عاجز سے عقدِ اخوت محض لِلّٰہ باقرارِ طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ 12 جنوری 1889ء)

تقریر بر موقع سالانہ اجتماع انصار اللہ برطانیہ 2022ء

ذکرِ حبیب علیہ السلام

(فضل الرحمٰن ناصر۔ قائد تربیت مجلس انصار اللہ برطانیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کیسی تھی، آپ کے شب و روز کیسے بسر ہوتے، اٹھتے بیٹھتے کیسے تھے، نمازیں کیسے ادا کرتے، دعائیں کیسے کرتے، بیوی بچوں کے ساتھ ساتھ دین اسلام کی خدمت میں کیسے سرگرم رہتے؟ یہ جاننے کا شوق اور اس کا تذکرہ ہماری جماعت میں ذکرِ حبیب کے نام سے معروف ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدیٔ مسعود علیہ السلام ایک ایسے خاندان کے فرد تھے جن کا دنیا کے مشاغل اور ملک داری میں بڑا دخل تھا۔ مگر آپ نے دنیا کی کھوکھلی زندگی سے منہ موڑ کر نہایت سادہ گزر بسر کے ساتھ ایک ایسی زندگی اختیار کی جو آپ کے اس شعر کی مصداق تھی کہ

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار

بہت ابتدائی عمر سے ہی آپ کا اکثر وقت نمازوں کی ادائیگی اور قرآن کریم کی تلاوت میں گذرتا۔ بلکہ تلاوتِ قرآن کا تو ایسا شغف تھا کہ دیکھنے والوں کو یقین تھا کہ آپؑ تلاوت قرآن سے کبھی نہ تھکتے۔ کثرت سے روزے رکھتے اور گھر سے جو کھانا آتا اس کا اکثر حصہ نہایت خاموشی سے غرباء میں تقسیم کر دیتے۔ فجر کی نماز سے قبل اور مختلف اوقات میں پیدل چلنے کا بہت شوق تھا۔ حتیٰ کہ تحریر کا کام بھی بعض اوقات چلتے چلتے کرتے۔ مطالعہ کا اس قدر شوق تھا کہ آپ کے والد صاحب آپ کو منع کرتے کہ اس سے صحت بگڑ جائے گی۔ مگر مطالعہ کا یہ شوق بھی اسلام کی خدمت کے لیے تھا۔ والدین کی اطاعت میں کچھ عرصہ سیالکوٹ میں ملازمت بھی کی لیکن اپنے اس خدا رسیدہ بیٹے سے دوری والدین برداشت نہ کر سکے اس لیے سیالکوٹ سے جلد واپس بلا لیا۔ آپ کے بزرگ بھی آپ کی پاکیزہ زندگی سے اس قدر متاثر تھے کہ جب وہ اپنے دنیوی معاملات اور اپنے اس بیٹے کی زندگی کا موازنہ کرتے تو بہت دفعہ کہتے کہ سچا رستہ تو یہی ہے جو غلام احمد نے اختیار کیا ہے، ہم تو دنیاداری میں الجھ کر اپنی عمریں ضائع کر رہے ہیں۔ (سیرت طیبہ صفحہ ۴)

آپ نے اپنے رب سے وفا کی تو خدا تعالیٰ نے بھی آپ سے بہت پیار کیا۔ نوعمری میں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر رؤیا اور کشوف اور قبولیتِ دعا کے دروازے کھل گئے۔ دورانِ تعلیم آپ کو خواب میں حضرت رسول اللہ ﷺ کی اس طرح زیارت ہوئی کہ آپ نے دیکھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی کرسی اونچی ہوگئی ہے۔ حتیٰ کہ چھت کے قریب پہنچ گئی ہے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کا چہرہ ایسا چمکنے لگا کہ گویا اس پر سورج اور چاند کی شعاعیں پڑ رہی ہیں۔

قریباً چالیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق ہوگیا کہ آپ سے اللہ تعالیٰ یوں مخاطب ہوا: یا احمد بارك الله فيك ما رميت اذ رميت ولكن الله رمٰی۔ الرحمٰن علم القراٰن لتنذر قوما ما انذر اٰباؤهم و لتستبين سبيل المجرمين قل انّي امرت و انا اوّل المؤمنين....... یعنی اے احمد! خدائے تعالیٰ نے تجھ میں برکت ڈال دی ہے۔ جو تیر تُو نے چلایا یہ تُو نے نہیں بلکہ خدا نے چلایا ہے۔ یعنی تیرا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ وہی رحمٰن ہے جس نے قرآن تجھے سکھایا تا تو ان لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے ڈرائے نہیں گئے اور تا مجرموں کی راہ صاف طور پر کھل جاوے یعنی تا معلوم ہو جاوے کہ کون لوگ تیرا ساتھ اختیار کرتے ہیں اور کون لوگ بغیر بصیرت کامل کے مخالفت پر کھڑے ہو جاتے۔۔۔ تُو میری مراد اور میرے ساتھ ہے۔ تُو میری درگاہ میں وجیہ ہے۔ مَیں نے تجھے اپنے لیے چنا۔ تیری شان عجیب اور تیرا اجر قریب ہے۔ تیرے ساتھ زمین و آسمان ایسا ہے جیسا کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ تُو خدا کا پہلوان ہے نبیوں کے حُلّوں میں۔ مت خوف کر کہ غلبہ تجھ کو ہے۔ خدا کئی میدانوں میں تیری مدد کرے گا۔ ایسے لوگ تیری مدد کریں گے جن پر ہم آسمان سے وحی نازل کریں گے۔

اسی طرح کے بے شمار محبت بھرے بابرکت الفاظ میں خدا تعالیٰ نے آپ سے اپنے پیار کا اظہار کیا جن سے ظاہر ہے کہ جو لوگ خدا سے وفا کرتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کیسے پیار کرتا ہے۔ آپؑ بھی خدا تعالیٰ کے قرب کے میدانوں میں آگے سے آگے بڑھتے چلے گئے لیکن مخلوق خدا سے بھی بہت قریب رہتے اور ان کی خدمت کی بھی بہت ہی دلکش مثالیں قائم کیں۔ آپؑ فرمایا کرتے کہ

منہ از بہرِ ما کرسی کہ ماموریم خدمت را

ترجمہ: ہمارے لیے کرسی مت بچھاؤ کہ ہم تو خدمت کے لیے مامور ہیں۔

حضور علیہ السلام کے ایک بہت ہی پیارے اور قریبی صحابی حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ خدمت اسلام کے ساتھ ساتھ آپ کی خدمت خلق کا ایک واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ’’بعض اوقات قریبی دیہات سے دوا پوچھنے والی گنواری عورتیں زور سے دستک دیتی ہیں اور اپنی سادہ اور گنواری زبان میں کہتی ہیں ’مرجا جی! جرا بوا کھولو تاں۔‘‘ (یعنی مرزا صاحب! ذرا دروازہ تو کھولیں۔ ناقل) حضرت اس طرح اٹھتے ہیں جیسے مطاع ذی شان کا حکم آیا ہے۔ اور کشادہ پیشانی سے باتیں کرتے اور دوا بتاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں وقت کی قدر پڑھی ہوئی جماعت کو بھی نہیں تو پھر گنوار تو اور بھی وقت کو ضائع کرنے والے ہیں۔ ایک عورت بے معنی بات چیت کرنے لگ گئی اور اپنے گھر کا رونا اور ساس نند کا گلہ شروع کر دیا اور گھنٹہ بھر اسی میں ضائع کر دیا ہے۔ آپ وقار اور تحمل سے بیٹھے سن رہے ہیں۔ زبان سے یا اشارہ سے اس کو کہتے نہیں کہ بس اب جاؤ، دوا پوچھ لی،

اب کیا کام ہے۔ ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے۔ وہ خود ہی گھبرا کر کھڑی ہوتی ہے اور مکان کو اپنی ہوا سے پاک کرتی ہے۔

ایک دفعہ بہت سی گنوار عورتیں بچوں کو لے کر دکھانے آئیں۔ اتنے میں اندر سے بھی چند خدمت گار عورتیں شربت شیرہ کے لیے برتن ہاتھوں میں لیے آنکلیں اور آپ کو دینی ضرورت کے لیے ایک بڑا اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا۔ میں اتفاقاً جا نکلا۔ کیا دیکھتا ہوں حضرت کمر بستہ اور مستعد کھڑے ہیں۔ جیسے کوئی یورپین اپنی دنیوی ڈیوٹی پر چست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے اور پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی شیشیوں اور بوتلوں میں سے کسی کو کچھ اور کسی کو کوئی عرق دے رہے ہیں اور کوئی تین گھنٹے تک یہی بازار لگا رہا اور ہسپتال جاری رہا۔ فراغت کے بعد میں نے عرض کیا: حضرت! یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے اور اس طرح بہت سا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ اللہ اللہ! کس نشاط اور طمانیت سے مجھے جواب دیتے ہیں کہ یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں۔ یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا رکھا کرتا ہوں جو وقت پر کام آجاتی ہیں اور فرمایا یہ بڑے ثواب کا کام ہے۔ مومن کو ان کاموں میں سست اور بے پروا نہ ہونا چاہیے"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹیؓ صفحہ ۲۰، ۲۱)

حضورؑ فرماتے ہیں: "میری تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور میں نماز میں مصروف ہوں میرے کان میں اس کی آواز پہنچ جاوے تو میں چاہتا ہوں کہ نماز توڑ کر بھی اگر اس کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں تو پہنچاؤں اور جہاں تک ممکن ہے اس سے ہمدردی کروں۔ یہ اخلاق کے خلاف ہے کہ کسی بھائی کی مصیبت اور تکلیف میں اس کا ساتھ نہ دیا جاوے۔ اگر تم کچھ بھی اس کے لیے نہیں کر سکتے تو کم از کم دعا ہی کرو۔ اپنے تو درکنار میں تو کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں کے ساتھ بھی ایسے اخلاق کا نمونہ دکھاؤ اور ان سے ہمدردی کرو۔ لاابالی مزاج ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ ایک مرتبہ میں باہر سیر کو جا رہا تھا، ایک پٹواری عبدالکریم میرے ساتھ تھا وہ ذرا آگے تھا اور میں پیچھے۔ راستہ میں ایک بڑھیا کوئی 70 یا 75 برس کی ضعیفہ ملی۔ اس نے ایک خط اسے پڑھنے کو کہا مگر اس نے اسے جھڑکیاں دے کر اسے ہٹا دیا۔ میرے دل پر چوٹ سی لگی۔ اس نے وہ خط مجھے دے دیا۔ میں اس کو لے کر ٹھہر گیا اور اس کو پڑھ کر اچھی طرح سمجھا دیا۔ اس پر اسے سخت شرمندہ ہونا پڑا کیونکہ ٹھہرنا تو پڑا اور ثواب سے بھی محروم رہا۔" (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 82, 83)

مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی، خاکساری، سادگی اور عاجزی کا یہ واقعہ بھی عجیب ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپؑ کو سخت دردسر ہو رہا تھا اور میں بھی اندر آپ کے پاس بیٹھا تھا اور پاس حد سے زیادہ شور و غل برپا تھا۔ میں نے عرض کیا جناب کو اس شور سے تکلیف تو نہیں ہوتی؟ فرمایا: ہاں، اگر چپ ہو جائیں تو آرام ملتا ہے۔ میں نے عرض کیا: تو جناب کیوں حکم نہیں کرتے؟ فرمایا: آپ ان کو نرمی سے کہہ دیں، مَیں تو کہہ نہیں سکتا۔

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹیؓ صفحہ 25)

کسی فقیر گداگر کی آواز پر بھی آپ کا دل پگھل جاتا اور ہر ممکن آپ سوالیوں کی مدد کی کوشش کرتے۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں: "صفیہ بیگم بنت مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لدھیانویؓ حال معلمہ نصرت گرلز ہائی سکول قادیان نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک سوالی دریچے کے نیچے کُرتا مانگتا تھا۔ حضرت صاحبؑ نے اپنا کُرتا اتار کر دریچہ سے فقیر کو دے دیا۔ والد صاحب مرحوم نے فرمایا کہ اللہ اللہ کیسی فیاضی فرما رہے ہیں۔"

(سیرت المہدی جلد دوم صفحہ نمبر 311 روایت نمبر 1565)

اس طرح کے متعدد واقعات آپ کی زندگی میں ملتے ہیں۔ کسی ضرورت مند سوالی کی آواز سن کر آپ کو اس وقت تک چین نہ آتا جب تک کچھ نہ کچھ اس کو دے نہ لیتے۔ آپ کی یہی عاجزانہ اور خاکسارانہ زندگی کے تجربات تھے جن کو آپ نے اپنے منظوم کلام میں اس طرح بیان کیا کہ

تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو
کبر و غرور و بخل کی عادت کو چھوڑ دو
اِس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو
اُس یار کے لیے رہِ عشرت کو چھوڑ دو
لعنت کی ہے یہ راہ سو لعنت کو چھوڑ دو
ورنہ خیالِ حضرتِ عزت کو چھوڑ دو
تلخی کی زندگی کو کرو صدق سے قبول
تا تم پہ ہو ملائکۂ عرش کا نزول
جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد آپ کی زندگی کے ہر موڑ کو روشن کر رہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ إذا تواضع العبدُ رفعهُ اللهُ إلى السماءِ السابعةِ۔ جو بندہ عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ساتویں آسمان تک بلندی عطا کر دیتا ہے۔

بنی نوع انسان کی خدمت میں محض للہ مشغول خدا کے اس پیارے بندے کا راتوں کا اکثر حصہ بھی بنی نوع انسان کے لیے دعاؤں میں گزرتا۔ چنانچہ حضرت مولوی فتح الدین صاحبؓ دھرم کوٹی حضورؑ کی جوانی کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں: "مَیں حضرت مسیح موعودؑ کے حضور اکثر ہوا کرتا تھا اور کئی مرتبہ حضور کے پاس ہی رات کو بھی قیام کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آدھی رات کے قریب حضرت صاحب بہت بے قراری سے تڑپ رہے ہیں اور ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف تڑپتے ہوئے چلے جاتے ہیں جیسے کہ ماہئ بے آب تڑپتی ہے یا کوئی مریض شدت درد کی وجہ سے تڑپ رہا ہوتا ہے۔ میں اس حالت کو دیکھ کر سخت ڈر گیا اور بہت فکر مند ہوا اور دل میں کچھ خوف طاری ہوا کہ اس وقت میں پریشانی میں ہی مبہوت لیٹا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وہ حالت جاتی رہی۔ صبح میں نے اس واقعہ کا حضورؑ سے ذکر کیا کہ رات کو میری آنکھوں نے اس قسم کا نظارہ دیکھا ہے۔ کیا حضور کو کوئی تکلیف تھی یا درد گردہ وغیرہ کا دورہ تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: "میاں فتح دین کیا تم اس وقت جاگتے تھے! اصل بات یہ ہے کہ جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے اور جو جو مصیبتیں اس وقت اسلام پر آرہی ہیں ان کا خیال آتا ہے تو ہماری طبیعت سخت بے چین ہو جاتی ہے۔ اور یہ اسلام ہی کا درد ہے جو ہمیں اس طرح بے قرار کر دیتا ہے۔"

(سیرت المہدی جلد 1 حصہ سوم صفحہ 524 روایت نمبر)

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ آپؑ کے گھر کے لوگ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ جون کا مہینہ تھا اور اندر مکان نیا نیا بنا تھا۔ دوپہر کے وقت وہاں چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ مَیں اس پر لیٹ گیا۔ حضرت ٹہل رہے تھے۔ میں یک دفعہ جاگا تو آپ فرش پر میری چارپائی کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ میں ادب سے گھبرا کر اٹھ

بیٹھا۔ آپؑ نے بڑی محبت سے پوچھا آپ کیوں اٹھے ہیں؟ میں نے عرض کیا آپؑ نیچے لیٹے ہوئے ہیں میں اوپر کیسے سوئے رہوں؟ مسکرا کر فرمایا میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ لڑکے شور کرتے تھے انہیں روکتا تھا کہ آپ کی نیند میں خلل نہ آوے۔ (سیرت مسیح موعودعلیہ السلام از حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹیؓ صفحہ 41)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ جو حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے گھر کے فرد تھے فرماتے ہیں: ”میں نے آپ کو اس وقت دیکھا جب میں دو برس کا بچہ تھا۔ پھر آپ میری آنکھوں سے اس وقت غائب ہوئے جب میں 27 سال کا جوان تھا مگر میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ میں نے آپؑ سے زیادہ خلیق، آپؑ سے زیادہ نیک، آپؑ سے زیادہ بزرگ، آپؑ سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت میں غرق کوئی شخص نہیں دیکھا۔“ (سیرت المہدی جلد 1 روایت 975)

دوسروں کے آرام کی خاطر آپ کس طرح مستعد رہتے۔ حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹیؓ فرماتے ہیں: ابتدائی زمانہ کا واقعہ ہے ایک دفعہ اس عاجز نے حضور مرحوم ومغفور کی خدمت میں قادیان میں کچھ عرصہ قیام کے بعد رخصت حاصل کرنے کے واسطے عرض کیا... حضور نے فرمایا کہ چلو آپ کو چھوڑ آئیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اب میں سوار ہو جاتا ہوں اور چلا جاؤں گا حضور تکلیف نہ فرمائیں مگر اللہ رے کرم ورحم کہ حضور مجھ کو ساتھ لے کر روانہ ہو پڑے۔ باقی احباب جو موجود تھے ساتھ ہولیے اور یہ پاک مجمع اسی طرح اپنے آقا مسیح موعود کی محبت میں اس عاجز کے ہمراہ روانہ ہوا۔ حضور حسب عادت مختلف تقاریر فرماتے ہوئے آگے آگے چلتے رہے یہاں تک کہ بہت دُور نکل گئے۔ تقریر فرماتے تھے اور آگے بڑھتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت سیدنا ومولانا مولوی نورالدین صاحبؓ نے قریب آ کر مجھے کان میں فرمایا کہ آگے ہو کر عرض کرو اور رخصت لو جب تک تم اجازت نہ مانگو گے حضور آگے بڑھتے چلے جائیں گے۔ میں حسب ارشاد والا آگے بڑھا اور عرض کیا کہ حضور اب سوار ہوتا ہوں حضور تشریف لے جائیں۔ اللہ اللہ! کس لطف سے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ”اچھا ہمارے سامنے سوار ہو جاؤ“۔ میں یکہ میں بیٹھ گیا اور سلام عرض کیا تو پھر حضورؑ واپس ہوئے۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ از قلم حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحہ 130)

حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹیؓ بیان کرتے ہیں: ”میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو ہمدردی اور وفاداری کے ذکر میں فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اگر ہمارا کوئی دوست ہو اور اس کے متعلق ہمیں اطلاع ملے کہ وہ کسی گلی میں شراب کے نشے میں مدہوش پڑا ہے تو ہم بغیر کسی شرم اور روک کے وہاں جا کر اسے اپنے مکان میں اٹھا لائیں اور پھر جب اسے ہوش آنے لگے تو اس کے پاس سے اٹھ جائیں تا کہ ہمیں دیکھ کر وہ شرمندہ نہ ہو۔ اور حضرت صاحب فرماتے تھے کہ وفاداری ایک بڑا عجیب جوہر ہے۔“ (سیرت المہدی حصہ دوم۔ جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 381، روایت نمبر 421)

حضرت منشی ظفر احمد صاحب روایت کرتے ہیں:

”ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ مغرب کی نماز کے بعد مسجد مبارک قادیان کی اوپر کی چھت پر چند مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے کی انتظار میں تھے۔ اس وقت ایک احمدی دوست میاں نظام دین صاحب ساکن لدھیانہ جو بہت غریب آدمی تھے اور ان کے کپڑے پھٹے پرانے تھے حضور سے چار پانچ آدمیوں کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں چند معزز مہمان آ کر حضور کے قریب بیٹھتے گئے اور ان کی وجہ سے ہر دفعہ میاں نظام دین کو پرے ہٹنا پڑتا حتی کے وہ ہٹتے ہٹتے جوتیوں کی جگہ تک پہنچ گئے اتنے میں جو کھانا آیا تو حضور نے جو سارا نظارہ دیکھ رہے تھے، ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں اٹھا لیں اور میاں نظام دین سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”آؤ میاں نظام دین ہم اندر بیٹھ کے کھانا کھائیں“۔ یہ فرما کر حضور مسجد کے ساتھ والی کوٹھڑی میں تشریف لے گئے اور حضور نے اور میاں نظام دین نے کوٹھڑی کے اندر اکٹھے بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں کھانا کھایا۔ اس وقت میاں نظام دین پھولے نہیں سماتے تھے۔“ (سیرت طیبہ صفحہ 188 از مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے)

آپ کی یہی وہ عاجزانہ راہیں ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی پیار کی نظریں پڑیں اور آپ سے اللہ تعالیٰ یوں مخاطب ہوا کہ ”تیری عاجزانہ راہیں اُس کو پسند آئیں“۔
(الہام ۱۸؍مارچ ۱۹۰۷ء۔ تذکرہ طبع چہارم صفحہ ۵۹۵)

خدا کے اس پیارے مسیح کے بارے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: اگر برف کے پہاڑوں سے گھٹنوں کے بل چل کر جانا پڑے تو اس تک پہنچو اور میرا محبت بھرا اسلام دو اور اس کی بیعت کرو۔

ہم بھی خدا کے اسی مسیح ومہدی اور آپ کے قائمقام خلفاء سے محبت کا دم بھرتے ہیں۔ یہ ہم پر خدا کا احسان ہے کہ اس نے ہم کو خدا کے مسیح کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق دی۔ خدا کے مسیح کے انفاس یعنی آپ کی زبان سے نکلنے والے الفاظ اور حروف اور جملوں اور تحریرات کو بھی خدا کے صحیفوں میں اندرونی اور بیرونی بیماریوں سے شفا لکھا گیا ہے۔ متعدد احادیث میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ آپ کے انفاس جہاں جہاں پہنچیں گے شفا عطا کرتے جائیں گے۔ اسی وجہ سے حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام نے اپنے عملی نمونے کے ساتھ ساتھ بے شمار کتب اور رسائل بھی بہت محنت سے تصنیف فرمائے ہیں جو آپ کی بہت قیمتی اور انمول یادگار ہیں اور بنی نوع کے لیے قیمتی سرمایا اور اندرونی اور بیرونی بیماریوں کا علاج اور دلوں کی تسکین ہیں۔ آپ نے یہ صحائف جس محنت اور مشقت اور جانفشانی سے تحریر فرمائے یہ ایک علیحدہ تفصیلی مضمون ہے۔ آپ نے اپنے لفظ لفظ اور حرف حرف پر بے شمار دعائیں کیں۔ جن کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ ”میں تو ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا اگر خدا تعالیٰ کی طاقت میرے ساتھ نہ ہو بارہا لکھتے لکھتے دیکھا ہے ایک خدا کی روح ہے جو تیر رہی ہے قلم تھک جایا کرتی ہے مگر اندر جوش نہیں تھکتا، طبیعت محسوس کیا کرتی ہے کہ ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔“ (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۴۳۸)

اسی طرح ایک اور موقع پر فرمایا: ”اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل وعیال سمیت نجات پاؤ۔“ (نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۰۳)

آج خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کی یہ تصنیفات کشتی نوح، اسلامی اصول کی فلاسفی، حقیقۃ الوحی وغیرہ نہ صرف مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں بلکہ جو خود پڑھ نہیں سکتے ان کے لیے آڈیو کی شکل میں بھی موجود ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کی یادوں کو اپنے گھروں میں اور اپنی اولادوں میں تازہ بتازہ رکھنے کے لیے ہم انصار کو بہت توجہ سے ان روحانی خزائن سے اپنی مُردہ روحوں کو زندہ کرنا ہوگا۔ یہ نہ ہو کہ تکبر کا داغ لیے قبروں میں چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا انجام بخیر کرے اور آسمان پر ہمارا شمار حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے ان عشاق میں ہو جن کو آپؑ نے اپنے درخت وجود کی سرسبز شاخیں قرار دیا۔ آمین ثم آمین

محترم مرزا گُل محمد برلاس صاحب

(عبدالرحمن شاکر)

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام کے ایک چچا مرزا غلام محی الدین صاحب تھے جن کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں جن کا ذکر ہمارے سلسلے کے لٹریچر میں اکثر آتا ہے۔ بیٹوں میں مرزا امام الدین (لاولد فوت ہوئے)، مرزا نظام الدین (لاولد فوت ہوئے)، مرزا کمال الدین (لاولد فوت ہوئے) اور بیٹیوں میں حرمت بی بی (زوجہ مرزا غلام قادر صاحب، بھاوجہ حضرت مسیح موعودؑ اور تائی حضرت مصلح موعودؓ)، فضل النساء (اہلیہ مرزا اکبر بیگ) اور عمر بی بی (زوجہ مرزا احمد بیگ) شامل تھیں۔ حرمت بی بی صاحبہ کی صرف ایک لڑکی خورشید بیگم تھی جو مرزا سلطان احمد صاحب کی دوسری بیوی تھی۔ باقی اولاد کی کسی قدر تفصیل مضمون میں آگے چل کر بیان کی جارہی ہے۔

================

1895ء کے اردگرد یہ تمام خاندان بڑا سرسبز تھا۔ مگر حضرت اقدس کے یہ قریبی رشتہ دار سخت بے دین اور دہریہ طبع لوگ تھے۔ حضورؑ سے دشمنی اور عناد میں اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ کے مصداق تھے۔ حضور بہت چاہتے تھے کہ ان عزیزوں کی اصلاح ہوجائے مگر وہ سب حضورؑ کا مذاق اُڑاتے تھے اور مخالفت میں حد سے زیادہ بڑھ گئے تھے۔ حضورؑ کی نیکی اور پارسائی کو یہ لوگ مکاری خیال کرتے تھے۔ نیز مذہبی رنگ میں حضورؑ کی ترقی، شہرت اور مہمانوں کی اطرافِ عالم سے آمد کی وجہ سے یہ لوگ حسد کی آگ میں جلنے لگے اور حضورؑ کی پیشگوئیوں پر تمسخر اُڑایا کرتے تھے۔

1885ء میں مرزا امام الدین نے لاہور جا کر شاتم رسول مقبول ﷺ لیکھرام کو قادیان آنے کی دعوت دی اور خود چندہ ادا کر کے آریہ سماج کے ممبر بنے۔ پھر ایک مندر قادیان میں بالمیک کے نام پر بنوایا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' میں ان لوگوں کے متعلق لکھا ہے:

''ایک رات میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص روتا ہوا آیا۔ میں اس کے رونے سے ڈر گیا اور پوچھا کہ کیا تم کوئی موت کی خبر لائے ہو؟ اُس نے کہا اس سے بھی بڑھ کر۔ اُس نے کہا میں ان لوگوں کے پاس بیٹھا تھا (یعنی مرزا امام الدین وغیرہ۔ ناقل) جو دین اللہ سے مرتد ہو گئے ہیں۔ اُن میں سے ایک نے رسول اللہ ﷺ کو نہایت غلیظ گالی دی جو میں نے کسی کافر کے منہ سے بھی نہیں سنی اور میں نے دیکھا کہ قرآن کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھتے ہیں اور ایسے کلمات منہ سے نکالتے ہیں کہ زبان اُن کے نقل کرنے سے قاصر ہے اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی وجود نہیں ہے۔۔۔ پھر انہوں نے ایک اشتہار لکھا جس میں رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دی تھیں۔ یہ اشتہار اُس نے لکھا تھا جو عمر اور خباثت میں سب سے بڑا تھا۔''

تب حضرت اقدسؑ نے ان لوگوں کے متعلق خداوند تعالیٰ سے دُعا کی اور فیصلہ چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضور کو الہاماً بتلایا:

''مَیں نے ان کی عصیاں اور سرکشی دیکھی۔ جلد میں ایسی آفات کا عذاب ان پر وارد کروں گا جو آسمانوں کے نیچے سے انہیں ملے گا اور تُو دیکھے گا کہ میں ان کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔۔۔ میں ان کی عورتوں کو رانڈ کردوں گا اور ان کے بیٹوں کو یتیم بنادوں گا اور ان کے گھروں کو ویران کردوں گا تا کہ جو کچھ اُنہوں نے کمایا ہے اُس کا مزہ چکھیں۔ لیکن مَیں ایک ہی مرتبہ ان کو ہلاک نہیں کردوں گا بلکہ تھوڑے تھوڑے کر کے ہلاک کروں گا تا کہ وہ رجوع کریں اور توبہ کرنے والوں میں سے ہوجائیں۔ بے شک میری لعنت نازل ہونے والی ہے ان پر اور ان کے گھروں پر اور ان کے چھوٹوں پر اور ان کے بڑوں پر اور ان کی عورتوں پر اور ان کے مردوں پر اور ان کے مہمانوں پر جو اُن کے گھر میں داخل ہوں۔ اور وہ سب کے سب ملعون ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اور اُن سے تعلقات منقطع کرلیں اور ان کی مجالس سے دُور ہیں اُن پر رحم کیا جائے گا۔''

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 569-568)

چونکہ حضرت مسیح موعودؑ اصلاحِ خلق کے لیے مامور ہوئے تھے لہٰذا سب سے پہلے قرآنی حکم وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ کے ماتحت اپنے رشتہ داروں کو سمجھایا مگر کسی نے مطلق پروا نہ کی۔

الغرض یہ وہ عظیم خاندان تھا جس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً خبر دی گئی کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی۔ زَادَ مَجْدَکَ۔ یَنْقَطِعُ اٰبَآؤُکَ وَیُبْدَأُ مِنْکَ۔ ترجمہ: سب پاکیاں خدا کے لیے ہیں جو نہایت برکت والا اور عالی ذات ہے۔ اُس نے تیرے مجد کو زیادہ کیا۔ تیرے آباء کا نام اور ذکر منقطع ہوجائے گا۔ یعنی بطور مستقل اُن کا نام نہیں رہے گا اور خدا تجھ سے ابتداء شرف اور مجد کرے گا۔

(تذکرہ طبع دوم 68)

بعدۂ مرزا امام الدین اور مرزا نظام الدین نے ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت حضرت اقدسؑ کے گھر کے سامنے ایک دیوار بنوادی جس سے حضورؑ کے گھر میں آنے جانے کا راستہ بند ہوگیا۔ یہ 7رجنوری 1900ء کا واقعہ ہے۔

آخر کار 12 اگست 1901ء کو یہ مقدمہ حضرت صاحب کے حق میں ہوا اور 20 اگست 1901ء کو اُسی بھنگی نے وہ دیوار گرائی جس نے بنائی تھی۔ ادھر خواجہ کمال الدین صاحب نے بغیر حضورؑ کے علم کے خرچہ مقدمہ کے لیے درخواست از خود دے دی۔ جب عدالت کا پیادہ وارنٹ لے کر آیا تو مرزا نظام الدین صاحب نے حضرت اقدس کو خط لکھا:

''مقدمہ دیوار کے خرچہ وغیرہ کی ڈگری کے اِجرا کا نوٹس میرے نام آیا ہے اور میری حالت آپ کو معلوم ہے۔ اگرچہ میں قانونی طور پر اس روپیہ کے ادا کرنے کا پابند ہوں اور آپ کو بھی حق ہے کہ آپ ہر طرح سے وصول کریں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ہماری طرف سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی تکلیف آپ کو پہنچتی رہی ہے مگر یہ بھائی صاحب (مراد مرزا امام الدین۔ ناقل) کی وجہ سے ہوتا رہا ہے جس میں مجھے بھی شریک ہونا پڑتا تھا۔ آپ رحم کر کے مجھے معاف کر دیں اور اگر معاف نہ کریں تو بالاقساط وصول فرمائیں۔''

اس پر حضور علیہ السلام نے سخت رنج کا اظہار فرمایا کہ کیوں میری اجازت کے بغیر اجرا کر دیا تو خواجہ صاحب نے کہا کہ میعاد کے اندر کارروائی ضروری تھی۔ اس پر حضورؑ نے فرمایا: ''آئندہ کبھی اس ڈگری کا اجرا نہ کرایا جائے۔ ہم کو دنیاداروں کی طرح مقدمہ بازی اور تکلیف دہی سے کچھ کام نہیں۔ انہوں نے اگر تکلیف دہی کے لیے یہ کام کیا تو ہمارا یہ کام نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اس غرض کے لیے دُنیا میں نہیں بھیجا۔'' (سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 118)

اس واقعہ سے مرزا نظام الدین صاحب بہت نادم ہوئے اور انہوں نے بھی مخالفت ترک کر دی۔

''ایک دفعہ مرزا نظام الدین صاحب سخت بیمار ہو گئے۔ قادیان میں حضرت اقدس کے سوا چونکہ کوئی اور طبیب نہ تھا۔ حضور کو بلوا بھیجا۔ حضور نے مرض کی تشخیص کر کے ایک مرغا ذبح کرا کے مرزا صاحب کے سر پر بندھوایا اور علاج بھی کیا جس سے شفا ہوئی۔'' (سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ 27)

''صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب روایت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضورؑ سیر کے لیے جانب شرق موضع بسراواں کے راستے سے قادیان واپس آ رہے تھے کہ مرزا نظام الدین گھوڑے پر سوار بسراواں کو جا رہے تھے۔ حضور کو دُور سے دیکھ کر گھوڑے پر سے اُتر کر ایک طرف کھڑے ہو گئے اور حضور کے قریب آنے پر جھک کر سلام کیا۔'' (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 41)

حضرت اقدسؑ نے اپنے مکان سے ملحق ایک نہایت مختصر سی مسجد 1883ء میں بنوائی تھی جس میں بمشکل پندرہ سولہ آدمی کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکتے تھے۔ ہجوم خلائق دیکھ کر حضور کو خیال ہوا کہ مسجد مبارک کو وسیع کیا جائے۔ اس کے لیے حضورؑ نے شیخ یعقوب علی صاحبؓ، مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اور چند ایک اَور احباب کو مرزا نظام الدین صاحب کے پاس بھیجا کہ مسجد سے ملحقہ زمین جس پر اس زمانہ میں مرزا نظام الدین صاحب کا خراس ہوتا تھا قیمتاً دے دیں مگر وہ تو بات سنتے ہی ناراض ہو گئے کہ غلام احمد خود کیوں نہیں آیا۔ دوسروں کو بھجوا دیا ہے۔

اس کے بعد کا واقعہ آپ مرزا دین محمد صاحب ولد مرزا نتھا بیگ ساکن لنگروال ضلع گورداسپور سے سنیں۔ مرزا دین محمد صاحب مرزا نظام الدین کے ماموں زاد بھائی تھے اور حضرت اقدس کے مرید تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

''مرزا نظام الدین سے میں نے سنا تھا کہ مسجد مبارک جو بالکل چھوٹی سی تھی آپ کا اُسے بڑا کرنے کا ارادہ تھا اور اُس کے متصل جو جگہ تھی جس میں خراس لگا تھا وہ مرزا نظام الدین، امام الدین کی تھی۔ آپؑ نے مولوی محمد علی صاحب شیخ یعقوب علی صاحب اور دیگر لوگوں کے ذریعہ سے اُس کو زمین دینے کے لیے کہا کہ قیمت لے کر دے دیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد حضرت اقدسؑ نے ایک چٹھی لکھ کر مرزا نظام الدین کو پھینکی جو نیچے دیوان خانہ میں بیٹھے تھے کہ مسجد کے لیے جگہ کی ضرورت ہے۔ آدمی بہت آتے ہیں آپ جگہ دے دیں تو مرزا نظام الدین نے اُس کا جواب دیا کہ میں اس لیے انکار کرتا رہا کہ آپ غیر آدمیوں کو میرے پاس بھیجتے رہے ہیں۔ اگر خود کہتے یا مجھے بُلا لیتے تو میرا کوئی انکار نہ تھا۔ ہم آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ آپ کو جس جگہ کی ضرورت ہے لے لیں۔ چنانچہ وہ جگہ دے دی گئی۔ حضورؑ نے اُس کا عوضانہ دینے کو کہا جس پر مرزا نظام الدین نے انکار کیا اور جب حضور نے اصرار کیا تو اُس نے کہا کہ میں نقد تو نہیں لے سکتا۔ میرا باغ گروی ہے آپ وہ فک کرا دیں۔ چنانچہ باغ فک کرا دیا گیا۔'' (رجسٹر روایات صحابہ نمبر 1 صفحہ 99)

حضرات! ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ کہاں وہ مرزا نظام الدین کہ اُن کے نام سے خوف آتا تھا۔ اب وہی مسجد کی توسیع کے لیے زمین پیش کر رہے ہیں۔ آخر کار 1907ء میں حضرت میر ناصر نواب صاحب دہلوی اوورسیئر کی زیر نگرانی نیچے کی منزل میں خزانہ صدر انجمن احمدیہ کا دفتر بن گیا اور اُوپر اُس کی چھت پر مسجد مبارک اپنی توسیع شدہ صورت میں بن گئی۔

انہی دنوں مرزا نظام الدین صاحب کا جواں سال لڑکا مرزا دل محمد قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا۔ بڑے بھائی مرزا امام الدین جس کے بل بوتے پر ان کو زیادہ ناز تھا وہ بھی فوت ہو گئے۔ مرزا نظام الدین صاحب دل ہی دل میں شرمندہ تھے۔ آخر حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے عہد مبارک میں وہ دن آیا کہ مرزا نظام الدین نے حضرت کی ڈیوڑھی پر حاضری دی۔ باقی روایت حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحبؓ کی زبانی سُنیے۔ وہ بیان کرتے ہیں:

حضرت خلیفۂ اوّلؓ کے زمانہ میں مرزا نظام الدین صاحب کے خاندان کے بہت سے افراد طاعون میں فوت ہو گئے تو مرزا نظام الدین حضرت خلیفہ اوّلؓ کے مکان پر آئے اور حضور کی چوکھٹ پر سر رکھ کر زار زار رونے لگے۔ جب حضرت مولوی صاحب نے سبب پوچھا تو مرزا صاحب نے روتے ہوئے جواب دیا کہ حضرت مولوی صاحب! ہماری مصیبت کا بھی علاج ہے کہ نہیں؟ میں نے تو اب کوئی مخالفت نہیں کی۔ حضرت مولوی صاحب کچھ وقت خاموش رہے اور پھر فرمایا: مرزا صاحب! خدائی تقدیر کو کس طرح بدل سکتا ہوں!۔ پھر بیمار افراد کے علاج معالجے کے لیے ہمدردانہ رنگ میں مشورہ دیا۔

خاکسار (مرزا بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ بعض دوسرے لحاظ سے بھی مرزا نظام الدین صاحب کمزور ہو گئے تھے۔ انہوں نے آخری وقت میں مخالفت کی شدّت کو ترک کر دیا تھا۔ یہ طاعون 1910ء میں پڑی تھی جس میں مرزا نظام الدین صاحب کے بہت سے اقرباء مبتلا ہو کر فوت ہو گئے تھے۔

(ماخوذ از سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ 146)

مرزا نظام الدین صاحب کی سگی ہمشیرہ حرمت بی بی صاحبہ (اہلیہ مرزا غلام قادر صاحب جو حضرت اقدسؑ کے برادر اکبر تھے) نے بھی 16 / مارچ 1916ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے وہ الہام پورا کر دیا جو 1900ء کا ہے یعنی ”تائی آئی“۔ آپ نے 1/5 حصہ کی وصیت کی اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہوئیں۔ اس ضمن میں حضرت مولانا حسن رہتاسی صاحبؓ کی ایک رباعی ملاحظہ ہو:

تیرے وعدے کے مطابق ترے مامور کے پاس
چل کے دنیا کے کناروں سے خدائی آئی
جس کے آنے کی خبر عہدِ نبوت میں ملی
تائی والے کے زمانے میں ہی ”تائی آئی“

الغرض خدائی مشیت کے مطابق اشد ترین مخالفوں کا یہ گھرانہ جب خالی ہو گیا تو صرف ایک لڑکا مرزا گل محمد پسر مرزا نظام الدین صاحب باقی رہ گیا۔

یہ لمبی چوڑی تمہید میں نے اس واسطے پیش کی ہے تا قارئین کرام کو تمام پس منظر دکھا دیا جائے۔

مرزا گل محمد صاحب بچپن میں تو دُبلے پتلے مگر غضب کے پھرتیلے ہوتے تھے لیکن جوں جوں جوان ہوتے گئے جوانِ رعنا نکل آئے۔ بعد میں جسم بھاری بھر کم ہو تا گیا۔ نہایت خوبصورت ناک نقشہ، عمدہ متوازن اعضاء، موزوں قد اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔ ابتدائی تعلیم سکول میں پائی مگر چونکہ گھر پر نگرانی کرنے والا کوئی نہ تھا اس لیے جس قدر سکول میں اُستاد سے پڑھ لیا وہی کافی ہوتا۔ اس طرح نویں جماعت تک پہنچے، پھر یہ سلسلہ بھی بند ہو گیا۔ باپ کی جائیداد کافی تھی جس کی آمد سے شاندار طریق سے زندگی بسر ہوتی رہی۔ ویسے حضرت خلیفہ ثانیؓ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ نگرانی کرتے تھے مگر جب بالغ ہو کر خود مختار ہوئے تو پھر ان حضرات کا مشورہ ہی ہوتا تھا۔ انہوں نے کبھی لاہور نہیں دیکھا تھا تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ کی زیر نگرانی لاہور بھجوا دیا تا سیر کر آئیں۔

آخر سعادت ازلی اس یتیم اور بے آسرا بچہ کو حضرت مسیح الزمانؑ کے دامنِ عافیت میں لے آئی اور مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۱۷ء کو مرزا گل محمد صاحب حضرت خلیفہ ثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے حضرت اقدسؑ کی روحانی اولاد میں شامل ہو گئے۔ جسمانی رشتہ تو پہلے ہی تھا۔ کشتی نوح میں فارسی نظم میں حضور فرماتے ہیں ؎

کہ آں سعید زِ طاعون نجات خواہد یافت
کہ جُست و جُست پناہ بچار دیوارم

(ترجمہ: وہ نیک بخت طاعون سے نجات پا جائے گا جو میری چار دیواری میں داخل ہوا اور پناہ چاہی۔)

حضرت خلیفہ ثانیؓ کی دُور بین نظر نے مرزا گل محمد صاحب کو اپنے اور قریب لانے کے لیے اپنی سالی عزیزہ بیگم صاحبہ سے ان کا نکاح بھی کرا دیا۔ اور یہ نوجوان خلیفۃ المسیح کا ہم زُلف بن گیا۔ جہیز کا سامان بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی لاہور سے تیار کرا کے لائے تھے مگر خدا کی مشیت کے ماتحت اس بی بی سے اولاد نہ ہوئی۔ جس طرح مرزا نظام الدین صاحب کی پہلی بیوی فضل النساء سے کوئی اولاد نہ ہوئی اور دوسری بیوی وزیر بیگم سے مرزا دل محمد، مرزا گل محمد اور حمیدہ بیگم عطا ہوئے اسی طرح مرزا گل محمد کو بھی خدا نے دوسری بیوی فیروزہ بیگم صاحبہ سے تین بیٹے اور ایک بیٹی عطا کی یعنی مرزا نفیس احمد، مرزا لطیف احمد، شاہدہ بیگم اور مرزا رفیق احمد۔ یہ سب صاحب اولاد ہوئے۔

مکرم قاضی اکمل صاحب لکھتے ہیں کہ انہوں نے مرزا گل محمد صاحب کو 1918ء میں بعض کتب سبقاً سبقاً پڑھائیں نیز ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب نومسلم کی کتب متعلقہ اسلام بھی پڑھائیں۔ پھر جب شوق بڑھا تو زبانی اسباق بھی دیے۔ ہر سبق ایک ایک ہفتے کا ہوتا تھا۔ سلسلہ کی بعض کتب کے خلاصے زبانی سمجھائے۔ محمدی بیگم والی پیشگوئی چونکہ اُن کا گھریلو مسئلہ تھا اچھی طرح سے ذہن نشین کرا دیا۔ جب بھی کوئی مشکل آتی تو اکمل صاحب سے مشورہ کر لیتے۔ جلسہ سالانہ اور مخالفین کے جلسوں پر حفاظت اور پہرہ کے انتظامات ان کے سپرد ہوتے تھے۔

مرزا گل محمد صاحب کی دینی تربیت میں علاوہ اور بزرگان سلسلہ کے حضرت چودھری نصر اللہ خان صاحبؓ (والد حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ) بھی کوشاں رہے۔ وہ اس طرح کہ مرزا گل محمد صاحب کے وسیع دیوان خانے کو نظارت بیت المال نے کرایہ پر لے کر دفتر بنا لیا ہوا تھا۔ چودھری صاحب موصوف کی عادت تھی کہ سویرے ہی دفتر آ کر تلاوت کرتے۔ مرزا صاحب کا اُوپر سے گزر ہوتا تو شفقت سے بلا کر احوال پوچھتے۔ پھر حکیمانہ طرز پر فرماتے کہ مرزا صاحب! ذرا یہ کتاب تو مجھے پڑھ کر سناؤ۔ مقصود یہ ہوتا کہ اس طرح ان کو کتب سلسلہ سے واقفیت ہو جائے گی اور مشکل الفاظ پر عبور ہو جائے گا۔ اس طرح ان کی تعلیم قابل ہاتھوں سے ہوتی رہی۔

1922ء میں گورنمنٹ نے احمدیہ ٹریٹوریل فورس قائم کی۔ صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ اُس کے کپتان تھے اور سردار نذر حسین، چوہدری فضل احمد صاحب اور مرزا گل محمد صاحب سیکنڈ لیفٹیننٹ بھرتی ہوئے۔

میاں محمد اسماعیل صاحب قادیانی نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ ہم لوگ انبالہ چھاؤنی میں ٹریننگ کے لیے گئے ہوئے تھے کہ وہاں پر ہادی علی خاں (برادرِ اکبر مولوی عبدالمالک خان صاحب ناظر اصلاح وارشاد ربوہ) نہانے کے لیے کنویں پر گئے۔ ان کی وہاں پر عیسائیوں کی کمپنی کے ایک جوان سے تکرار ہو گئی۔ بات بڑھ گئی اور دونوں کمپنیوں کے نوجوان گتھم گتھا ہو گئے اور لطف یہ کہ کسی کو خبر نہیں کہ اصل نزاع کیا ہے۔ مرزا گل محمد صاحب کو خبر ہوئی تو بطور ایڈ موئنٹ وہاں گئے۔ جب اچھی طرح تحقیق کر لی کہ قصور عیسائیوں کا ہے تو حکم دیا کہ پکڑ لوان کو۔ اور خوب مارا۔ اتنے میں میجر نکولس کمانڈنگ افسر آیا اور بمشکل لڑائی بند ہوئی۔ بعد میں کورٹ مارشل ہوا تو دس عیسائی فوجیوں کو چودہ چودہ دن کے لیے کوارٹر گارڈ میں بند کیا گیا۔ مرزا صاحب نے اس وقت اپنی مغلئی جوانمردی دکھا دی۔ ہر شخص کے ساتھ وہ نہایت منکسر المزاجی سے پیش آتے۔ اُس کی بات پوری توجہ سے سنتے اور ہمدردی دکھاتے۔ اُن کے منہ سے نہ نکل ہی نہ سکتا تھا۔ قادیان کے ایک کشمیری نے مجھے سنایا کہ ایک دن وہ مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مکان بنانے کے لیے کوئی جگہ عنایت فرمائیں۔ کہنے لگے میری فلاں جگہ سفید زمین پڑی ہے۔ اس میں سے 10 / مرلہ پر مکان بنا لو۔ اُس نے دس مرلہ سے کافی

زیادہ جگہ احاطہ کرلی۔ اتفاق سے ایک دن اِدھر سے گزر ہوا تو اسے بلایا اور کہا تم نے زیادتی کی ہے۔ وہ شرمندہ ہوا، مگر کہنے لگا کہ ہم آپ کی رعایا ہیں۔ اس پر ہنس پڑے اور کہنے لگے: اچھا بھائی! تمہاری مرضی۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ تحصیلدار بٹالہ اُس کا ایک انتقال منظور نہیں کرتا۔ کہنے لگے فلاں دن میں بٹالہ جا رہا ہوں، میرے ہمراہ میری موٹر میں چلنا۔ تحصیل کے اندر جا کر تحصیلدار کی میز پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ وہ حیران کہ میز کے اوپر کیوں بیٹھے ہیں۔ کہنے لگے پہلے میرے اس دوست کا انتقال منظور کرکے اُس کی مصدّقہ نقل اُسے دیدیں پھر اُتروں گا۔ جب نقل اُسے مل گئی تو اُسے کہنے لگے کہ اب خوش ہو؟ اُس نے شکریہ ادا کیا اور چلنے لگا تو کرایہ کے لیے بھی ایک روپیہ اُسے دیا۔

میاں محمد رمضان دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے موٹر ڈرائیور تھے۔ ایک دن اُن کو یکا یک فارغ کر دیا گیا۔ وہ مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ شاید اپنی موٹر کے لیے رکھ لیں۔ کہنے لگے اب تو میں خود موٹر چلانے میں ماہر ہو گیا ہوں۔ ویسے تم میرے دیوان خانہ میں رہا کرو۔ کھانا اندر سے آجایا کرے گا۔ بستر مل جائے گا۔ کپڑوں کی اگر ضرورت ہے تو بنوا دیتا ہوں۔ مرزا صاحب میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اپنے عزیزوں کے متکفل تھے۔ کئی غریب خاندان ان کے دسترخوان سے فیض پاتے تھے۔

ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب جب 1926ء میں انتقال فرما گئے تو ان کا سب سے چھوٹا بیٹا خلیفہ منیر الدین احمد بہت کم عمر تھا۔ اُسے تعلیم دلوائی اور جب وہ بڑا ہو گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اُسے پاکستان ایئر فورس میں بھرتی کرا دیا۔ پھر مرزا گل محمد صاحب کی صاحبزادی شاہدہ بیگم صاحبہ سے شادی کرا دی۔ عزیز منیر الدین نے 1965ء کی جنگ میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے امرتسر کے ریڈار پر حملہ کرکے اُسے بیکار کر دیا مگر خود وہیں شہید ہو گئے۔

ایک دفعہ مرزا صاحب اپنے دوستوں کے ہمراہ اپنی جاگیر راج پورہ پر شکار کے لیے جا رہے تھے اُدھر سے حسن رہتاسی صاحب آ گئے۔ وہ فی البدیہہ شاعر تھے آتے ہی شعر سُنا دیا ۔

جا رہے ہیں کار میں بہرِ شکار
گل ہے ان میں ایک ۔ باقی سب ہیں خار

مرزا صاحب سُن کر شگفتہ ہو گئے اور 5 روپے انعام دیا۔

مرزا گل محمد صاحب ہاکی کے بہترین کھلاڑی تھے۔ جوانی میں ٹینس بھی خوب کھیلا کرتے تھے۔ اکثر میچ کے بعد تمام کھلاڑیوں کی تواضع بھی کیا کرتے تھے اور خوب کھلایا پلایا کرتے تھے۔ آپ قادیان میونسپل کمیٹی کے وائس چیئرمین بھی تھے اور تمام ممبروں میں بڑے ہر دلعزیز تھے۔ کمیٹی کے کاموں میں خوب سُوجھ بُوجھ سے کام لیتے اور لمبی دفتری کارروائی سے گھبراتے تھے۔ زبانی فیصلہ کرکے عمل درآمد کرا دیتے تھے۔ احمدیہ نیشنل کور کے سالار تھے۔ (تاریخ احمدیت جلد ہفتم صفحہ 539)

جب جلسہ مصلح موعودؓ دہلی کے موقع پر شریروں نے جلسہ گاہ پر حملہ کر دیا تو مرزا صاحب کو بھی زخم آئے۔ قادیان میں آکر مرہم پٹی کرا رہے تھے کہ قاضی اکمل صاحب اُوپر سے گزرے تو پوچھا مرزا یہ کیا؟ کہنے لگے یہ سب دہلی میں ہوا۔ میں نے محض بہ نیت ثواب و کفارۂ گناہ خاموشی سے مار کھالی اور یہ دو تین زخم آئے۔

ورنہ مَیں اور میرے ساتھی بہت کچھ کر سکتے تھے۔ اسی موقع پر جب حضرت خلیفۃ المسیح کی حفاظت کے لیے پہرہ دار جمع ہوئے تو اُن میں مختصر سی تقریر کی اور کہا کہ میں تو ایک ناچیز و گنہگار ہستی ہوں مگر وہ نہایت پاک وجود ہے جس کے لیے ہماری جان تک بھی قربان ہو جائے تو سمجھیں گے کہ فلاحِ دارین پائی اور یہ کہتے ہوئے آبدیدہ ہو گئے۔ (بیان اکمل صاحب۔ الفضل 14 اکتوبر 1945ء صفحہ 6)

مرزا گل محمد صاحب کی دوسری شادی محترمہ فیروزہ بیگم صاحبہ بنت مرزا اکرم بیگ صاحب آف پٹی سے ہوئی۔ برات پٹی گئی۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے نکاح پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے قربان جائیے اس بی بی سے اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا فرمائی۔ جب پہلا بیٹا پیدا ہوا تو بڑی خوشی منائی۔ میں نے خود ان کو کہتے ہوئے سُنا کہ ہمارے خاندان پر تو Ban لگا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی قبول فرمالی ہے اور Ban توڑ دیا ہے۔

پھر ایک دن جوش سے کہنے لگے کہ ”مجھے نہیں پتہ کہ مولوی شیر علی صاحبؓ، مولوی سرور شاہ صاحبؓ، شیخ یعقوب علیؓ صاحب سچے مرید ہیں کہ نہیں مگر میں ضرور سچا مرید ہوں۔ گو میرے اندر بے شمار کمزوریاں ہیں مگر خدا تعالیٰ نے مجھے بچے عطا فرمائے ہیں تو تصدیق ہو گئی کہ اب Ban ہٹ گیا ہے۔“

انہی ایام میں ایک دن حسن رہتاسی صاحب نے آکر یہ شعر پڑھا ۔

اپنی دُعا حسن ہے نہ تا حشر ہو کبھی
مرزا نظام دین کے گھر کا چراغ گل

سُن کر بڑے مسرور ہوئے۔ اُن کو چائے پلائی اور انعام دے کر رخصت کیا۔

وفات سے دو سال قبل مرزا صاحب کو تحریک کی گئی کہ مسجد مبارک قادیان کی دوسری توسیع کے لیے اگر وہ اپنے دیوان خانہ کا گیٹ اور چند دکانیں دے دیں تو بہت بہتر ہو۔ فوراً رضامند ہو گئے۔ جب بڑا گیٹ مسمار کرنے لگے تو طبیعت غمناک ہو گئی اور بڑی حسرت سے کہنے لگے کہ یہ دروازہ میرے آباء کی نشانی تھا۔ اب گرا دیا جائے گا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں نے بخوشی یہ کام کر لیا۔ شاید میرا مولا اسی طرح میری عاقبت بالخیر کر دے۔ پھر آبدیدہ ہو کر ایک طرف کو چلے گئے۔

آخری ایام میں صحت بہت کمزور ہو چکی تھی۔ قاضی اکمل صاحب نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے ”یہ مغلی اب ختم ہو چکا ہے۔ اسے ختم ہو جانے دو۔“

آپ نے 25 ستمبر 1945ء کو بوقت شام وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ محترم قاضی اکمل صاحب نے جن کو مرزا صاحب سے بہت پیار تھا فارسی اشعار میں ان کی تاریخ وفات کہی ۔

مجسم شرافت زہے نیک نام
محب و مخیر بے خوش کلام

مرزا گل محمد صاحب کی وفات کی خبر سن کر ہماری جماعت کے قطب الاقطاب حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے فرمایا: ”یہ وہ شریف ترین انسان تھا جس نے کبھی کسی کی دل آزاری نہیں کی۔“

الغرض روحانی طور پر مُردہ خاندان میں خُدا تعالیٰ نے ایک گل پیدا کرکے مسیح محمدیؐ کے انفاسِ مسیحائی سے اُسے حیاتِ ابدی بخشی۔ مرزا گل محمد صاحب صحیح معنوں میں یُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ کے مصداق تھے۔

لندن کے دو اخبارات کے شرمناک خاکے
اور جماعت احمدیہ کی طرف سے دفاعِ ناموسِ رسالت کی عظیم مہم

(شیخ فضل عمر)

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی ناموس کی حفاظت کسی انسان کی محتاج نہیں۔لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جب بھی دنیا کے کسی بھی حصے میں آنحضرت ﷺ کی شان کے منافی کوئی قدم اٹھایا جاتا ہے تو جماعت احمدیہ اپنے امام کی قیادت میں ہر سطح پر دشمنِ اسلام کے اس خبیثانہ فعل پر اپنے تکلیف دہ جذبات کا اظہار کرتے ہوئے بہترین انداز میں اپنے آقا و مولا محمد رسول اللہ ﷺ کے پاکیزہ اخلاق اور قوّت قدسیہ کو دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے۔آنحضور ﷺ کے دفاع میں گزشتہ ڈیڑھ ہزار سال میں جو طاقتور ترین آواز بلند ہوئی وہ سرورِ کائنات ؐ کے عاشقِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تھی۔آپؑ کی اپنے آقا ﷺ سے بے پایاں محبت ہی تھی جس نے آپؑ کو مہدی آخرالزماں اور مسیح موعود جیسے روحانی مناصب پر فائز کیا۔پس اس امر میں کوئی شک نہیں کہ جماعت احمدیہ کا خمیر ہی محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ سے اٹھایا گیا ہے اور اسی محبت اور عشق کے نتیجے میں جماعت احمدیہ کی طرف سے پُرامن مگر نہایت پُراثر ردّ عمل کو نیک دل انسانوں اور مہذّب حلقوں نے ہمیشہ سراہا ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 22؍دسمبر 2006ء میں معاندین اسلام کو متنبّہ کرتے ہوئے اور احمدیوں کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”بجائے اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام تراشی کرنے اور اللہ تعالیٰ پر بدظنی کرنے کے اور نعوذ باللہ اس رحمن خدا کو ظالم قرار دینے کے، اس خدا کی پناہ میں آجاؤ جو ماں باپ سے بھی زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہوتا ہے۔وہ اپنے بندے کو آگ سے بچانے کے لیے دوڑ کر آتا ہے بشرطیکہ بندہ بھی اس کی طرف کم از کم تیز چل کر آنے کی کوشش تو کرے۔سنو اس زمانے کے امام اور اللہ تعالیٰ کے اس نبی نے کس پیار اور ہمدردی سے اپنے مبعوث ہونے کے مقصد سے آگاہ کیا۔آپؑ فرماتے ہیں:”وہ کام جس کے لیے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہوگئی ہے اس کو دُور کرکے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کرکے صلح کی بنیاد ڈالوں اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہوگئی ہیں ان کو ظاہر کردوں اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھاؤں۔“ (لیکچر لاہور۔روحانی خزائن جلد20 صفحہ180)

پس آج ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم و عرفان اور دلائل کے بے بہا خزانے دے کر اس کام کے لیے کھڑا کیا ہے۔ہر احمدی جس کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سچا عہدِ بیعت ہے اس کا یہ فرض بنتا ہے کہ اپنے اس عہدِ بیعت کو نبھاتے ہوئے بھی اور اس جذبہ ہمدردی کے تحت بھی جس کے اظہار کا ہمیں اس طرح حکم ہے کہ جو چیز اپنے لیے پسند کرتے ہو، اپنے بھائی کے لیے بھی پسند کرو، اس پیغام کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے سپرد فرمایا ہے اس قوم کے ہر فرد تک پہنچائیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اور اس کے عملی نمونے ہم آج کل دیکھ بھی رہے ہیں۔...ہر احمدی کا کام ہے کہ اٹھے اور خدا تعالیٰ اور اسلام کا صحیح تصور پیش کرکے ان لوگوں کو اس بھٹکی ہوئی راہ سے واپس لائے اور اکثریت کے دل میں خدا تعالیٰ اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا تعالیٰ کے مقدس بندوں کے لیے محبت اور اخلاص کے جذبات پیدا کردے تاکہ تمام انسانیت جنگوں کی بجائے سچائی پر قائم ہوتے ہوئے ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے والی بنے اور روحانیت میں ترقی ہو اور اگر ایسا ہو جائے گا تو پھر یقیناً خدا پر الزام لگانے والے اس کے آگے جھکنے والے بن جائیں گے۔ان شاءاللہ۔“

اخبار”سٹار“لندن کا شرمناک خاکہ

یورپ میں آنحضور ﷺ کی عصمت پر حملے کا ایک واقعہ قریباً ایک صدی قبل یعنی ۸؍اگست ۱۹۲۵ء کو اُس وقت پیش آیا جب لندن کے ایک اخبار”سٹار“ نے رسول کریم ﷺ کی شان میں نہایت توہین آمیز اور شرمناک حرکت کی اور ایک نہایت دل آزار کارٹون شائع کرکے تمام دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کے قلوب مجروح کردیے۔کارٹون کا عنوان”مشہور تاریخی مشاہیر کی تصاویر“رکھا گیا تھا۔کارٹون میں انگلستان کے مشہور کھلاڑی ہابز (Hobner) کا دراز قد بت بنا کر اس کے ہاتھ میں بلّا دکھایا گیا اور یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ مختلف ممالک کے موجودہ اور گزشتہ مشاہیر بھی اسی کھلاڑی کی شہرت اور کمال پر حیران ہو رہے ہیں۔

اس کے اردگرد اُن کی چھوٹی چھوٹی اور بھونڈی تصاویر بنائی گئیں جو حیرت اور استعجاب سے اس کے منہ کی طرف دیکھ رہی ہیں۔ اور وہ اُن سے تگنا لمبا آسمان کی طرف منہ اُٹھائے کھڑا ہے۔ ان تصاویر میں سے اس کے دائیں طرف چیپلن (Chaplin) امریکہ کا مشہور ایکٹر اور حضرت آدم علیہ السلام جبکہ بائیں طرف حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ، کولمبس اور لائیڈ جارج دکھائے گئے ہیں۔ اگرچہ ان سب تصاویر کی ہیئت نہایت مکروہ بنائی گئی ہے لیکن جن کے نیچے آدمؑ اور محمدؐ لکھا ہے ان پر خاص ”نظر عنایت“ کی گئی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تصویر بالکل ننگ دھڑنگ اور (نعوذ باللہ) لنگورکی سی بنائی گئی ہے۔ اور رسول کریم ﷺ کی کمر میں لمبی چوڑی تلوار لٹکائی گئی ہے۔ اس حرکت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا کی ان مقدّس ترین ہستیوں کی شرمناک توہین دیدہ دانستہ کی گئی ہے۔ اس نہایت اندوہناک واقعہ کے متعلق تمام مسلمانوں کے جذبات اور احساسات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے جماعت احمدیہ کے مبلغ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؔ نے نہایت زور کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کی اور برطانوی ہوم سیکرٹری کو حسبِ ذیل تار بھیجا:

جنابِ والا! میں سرزمین انگلستان کی مسلم آبادی کے ایک بڑے حصہ کا امام ہونے کی حیثیت سے نہایت ضروری سمجھتا ہوں کہ اُن کی طرف سے اور اُن سب مصری، ہندوستانی اور افریقن مسلمانوں کی طرف سے جو ”سٹار“ اخبار کے نفرت و تحقیر پھیلانے والے کارٹون کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لیے میرے پاس پہنچے، آپ پر اُن کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے اس خطرناک نفرت وحقارت اور شدید صدمہ کا اظہار کروں جو اخبار مذکور اسٹار ۱۸ راگست ۱۹۲۵ء کی اشاعت کے ایک کارٹون نے مسلمانوں کو پہنچایا۔۔۔ لاریب یہ ایک نہایت ہی کمینی حرکت ہے۔ مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ میں آپ کی توجہ اس طوفان کی طرف کراؤں جو اس کارٹون پر رنج وملال کے اظہار کے لیے ہندوستان اور دیگر بلادِ اسلامیہ میں پیدا ہوگا کیونکہ یہ امر خود ہی آپ پر منکشف ہے۔ مزید یہ کہ اس طرح احساسات کی تحقیر کرنا فتنۂ خوابیدہ کو جگانا ہے۔ بنا بریں بڑے زور کے ساتھ اس بے حرمتی اور تذلیل کے خلاف، جو نہایت ہی کمینہ پن کے ساتھ ہمارے مقدس آقا اور خدا کے نبی ﷺ کے متعلق اس کارٹون کے ذریعہ ظاہر کی گئی ہے، مَیں صدائے احتجاج بلند کرتا ہوں اور نہایت ہی ادب واحترام کے ساتھ استدعا کرتا ہوں کہ عزت مآب اپنی فوری اور سرگرم توجہ اس اہم معاملہ کی طرف منعطف فرمائیں اور اس ناشائستہ حرکت کے ارتکاب کنندوں کے خلاف قانون کا پورا پورا استعمال کریں۔ تا دنیا کو معلوم ہو جائے کہ مملکتِ برطانیہ اپنی روایتی غیر جانبداری پر فخر کرنے کا واقعی حق رکھتی ہے۔

عبدالرحیم دردؔ امام مسجد لندن

(اخبار الفضل ۲۶ ستمبر ۱۹۲۵ء)

اُس دَور میں شرافت بہت حد تک موجود تھی۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالرحیم دردؔ صاحب کے اس زبردست احتجاج کا لندن کے باا ثر اخبارات نے مؤثر رنگ میں اپنے صفحات میں ذکر کیا۔ حضرت مولانا دردؔ صاحب نے اس المناک واقعہ کی طرف گورنمنٹ ہند کو بھی توجہ دلائی کہ وہ سرکاری طور پر اپنی مسلمان رعایا کے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اگر ہمارے عمل اس قابل نہیں، ہماری عبادتیں سوز وگداز سے بھری ہوئی نہیں، ہم اللہ کی نظر میں مقبول نہیں تو لاکھ ہم نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ کہتے رہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور دوسرے لوگ آ کر یہ مقام لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو اس طرح قبول نہیں کرتا۔ وہ تو یہی کہے گا کہ پہلے اپنی حالت درست کرو، اپنے اعمال درست کرو، انسانی حقوق ادا کرو، پھر میرے دین کے مددگار کہلا سکتے ہو۔“

(سالانہ اجتماع انصار اللہ یوکے 2005ء سے خطاب)

جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ملک معظم کی حکومت کے نوٹس میں یہ بات لائے۔ چنانچہ اس احتجاج کا ردِّعمل یہ ہوا کہ روزنامہ ”ہیرالڈ“ لندن نے یکم ستمبر ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں لکھا کہ کارٹون سے مسلمانوں کے احساسات مجروح کیے گئے ہیں۔ اس کے خلاف قانونی کارروائی ضرور ہونی چاہیے۔ مصر کے اخبار ”الاہرام“ کے نمائندہ مقیم لندن نے حضرت مولانا صاحب کی اس کوشش اور سعئ بلیغ پر علماء ازہر کو مراسلہ بھجوا کر خاص توجہ دلائی تو الاہرام نے اپنی اشاعت ۴ ستمبر ۱۹۲۵ء میں حضرت دردؔ صاحب کا مراسلہ بنام وزیر داخلہ انگلستان اس نوٹ کے ساتھ شائع کیا :

اہرام کی خاص تاروں میں کل ایک تار ہم نے اہرام کے نامہ نگار کی جو لندن میں مقیم ہے شائع کی تھی جس میں اس احتجاج کا ذکر کیا تھا جو رئیس الاحمدیہ لندن نے برطانیہ کے وزیر داخلہ کو انگریزی اخبار سٹار کے اس مزاحیہ کارٹون کے متعلق بھیجا ہے جس میں بعض انبیاءؑ اور بڑے لوگوں کے فوٹو ہیں۔

اخبار الاہرام نے احتجاج کا مفصّل اور مکمل عربی ترجمہ دیا اور علماء ازہر کی درخواست بنام سلطان مصر پیش کی کہ حضرت ملک معظم نے مدینۃ الرسول ﷺ کی نسبت سلطان ابن سعود سے دریافت حالات کا جو اہتمام کیا اس کا سب مسلمانوں پر خصوصاً بہت اچھا اثر ہوا جس کے لیے آج ہم حضور والا کی خدمت میں مخلصانہ شکریہ پیش کرتے ہوئے آپ سے رسول کریم ﷺ کی ذات والاصفات کی اس بے ادبی کے دفاع اور مسلمانوں کی طرف سے اخبار ’سٹار‘ کی اس بے شرمی پر سخت ناراضگی کی نیابت کرنے کی امید رکھتے ہیں۔۔۔ نیز یہ بھی کہ آپ مسلمانوں کی طرف سے مطالبہ کریں گے کہ اس قسم کے اخبار والے ان حدود وآداب کو ملحوظ رکھیں جو اللہ کے رسولوں کے لیے مقرر ہیں اور جن کے مقام جلیل پر ہم اپنی جانیں اور اموال قربان اور فدا کرنے کے لیے تیار ہیں تا کہ وہ مسلمانوں کے احساسات کو پامال نہ کریں اور اُن کے جذبات اس قسم کی باتوں سے مشتعل نہ کریں جن کے نتائج کبھی اچھے نہیں نکل سکتے۔

(درخواست علمائے ازہر بنام سلطان ابن سعود ۱۵ صفر ۱۳۴۴ھ بمطابق ۳ ستمبر ۱۹۲۵ء)

دستخط کنندگان علماءِ ازہر میں: عبدالمجید اللبنان، محمد السید ابوشوشہ، احمد مرشدی، احمد کامل، محمد سلامہ، یوسف حجازی، عبدالجلیل عیسیٰ، محمد یسین الجندی، محمد الغربی رزق، علی تقیر، سعید حسن الجیز ادی، محمد مخلوق عیسیٰ، محمد شمس الدین احمد، محمد کمال القاد قجی، بعوض السخاوی، محمد احمد العددی، طٰہٰ ابراہیم سلطان، محمود نورالدین، عبدالفتاح اطلادی، علی احمد صبرہ، اسماعیل محمد سالم، طہ البیانی، محمد الجبیری شامل تھے۔

(الفضل ۲۹ر ستمبر ۱۹۲۵ء)

اخبار ''سٹار'' کے ایڈیٹر نے معاندانہ ردّعمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے جو معذرتی خط حضرت مولانا عبدالرحیم دردؔ صاحب کے نام تحریر کیا اُس میں لکھا:

''ہوم سیکرٹری نے آپ کی اس چٹھی کی ایک نقل مجھے بھیجی ہے جو آپ نے ۲۶ر اگست کو ۸ر اگست ۱۹۲۵ء کے اخبار سٹار میں چھپنے والے ایک کارٹون کے بارے میں اُن کو لکھی۔ اس کے متعلق مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں کہ میں ایک لمحہ کے لیے بھی اس بات کو تسلیم نہیں کرسکتا کہ گورنمنٹ کو اس معاملے میں دخل دینے کا کوئی حق ہے۔ دوسری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر ہم کو یہ معلوم ہوتا کہ اس کارٹون میں محمدؐ کی تصویر کا شمول بعض اشخاص کے مذہبی جذبات کو صدمہ پہنچانے والا ہوگا تو ہم مطلقاً اِسے اخبار میں طبع نہ ہونے دیتے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اِس کارٹون کے ذریعے مسلمانوں کی دِل آزاری مقصود نہ تھی۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ ہم نے آپ کے ہم مذہب افراد کے جذبات کو مجروح کیا۔''

حضرت مولانا عبدالرحیم دردؔ صاحب لکھتے ہیں کہ یہ معذرت نامہ بالکل ناکافی ہے۔ اِس میں وہی رعونت پائی جاتی ہے جو یورپ کے اس قسم کے اخبار نویسوں کو مسلمانوں کے متعلق صحیح علم اور واقفیت حاصل کرنے میں مانع ہے اور جس کی وجہ سے وہ نہ صرف مسلمانوں کی دِل آزاری کرکے اُن میں تنفر اور غصہ کے جذبات بڑھا رہے ہیں بلکہ اپنی بداخلاقی اور بدتہذیبی کا بھی ثبوت دیتے رہتے ہیں۔

(الفضل ۲۹ر ستمبر ۱۹۲۵ء)

مولانا محمد علی جوہر اخبار ''سٹار'' کی اِس شرمناک حرکت کے خلاف لکھتے ہیں:

''انجمن احمدیہ لندن نے ملکِ معظم کے ہوم سیکرٹری کی توجہ اِس کارٹون کی جانب منعطف کی ہے اور درخواست کی ہے کہ اخبار مذکور کی اِس مذموم اور خلاف انسانیت حرکت کے خلاف قانونی کارروائی جلد سے جلد کی جائے۔ انجمن مذکورہ نے اپنی عرض داشت میں یہ بھی ظاہر کردیا ہے کہ ہندوستان اور دیگر ممالک اِسلامی میں اس کارٹون کے پہنچنے پر نفرت و غصہ کا ایک طوفان برپا ہوجائے گا۔''

(اخبار ہمدرد ۱۵ر ستمبر ۱۹۲۵ء)

رسالہ ''ہمدم'' یوپی ۱۷ر ستمبر ۱۹۲۵ء کو اپنے ادارتی نوٹ میں اس حد درجہ افسوس ناک واقعہ کے ذکر کے بعد لکھتا ہے: ''ہمیں یہ معلوم کرکے اطمینان ہوا ہے کہ احمدیہ مشن انگلستان کے مہتمم اور احمدیہ مسجد لندن کے پیش اِمام مسٹر اے آر دردؔ ایم اے نے اخبار سٹار کی اس گستاخی پر بذریعہ ایک عرضداشت کے ہوم سیکرٹری کو توجہ دلائی ہے اور اُس کے خلاف قانونی کارروائی کی ضرورت جتائی ہے۔''

اخبار ''زمیندار'' ۱۹ر ستمبر ۱۹۲۵ء نے اخبار سٹار کے خلاف ایک پُرزور مضمون میں لکھا کہ مسلمانوں کو مولوی عبدالرحیم دردؔ ایم اے امام مسجد احمدیہ پٹنی کا شکرگزار ہونا چاہیے کہ اُنہوں نے فی الفور اِس شرمناک کارٹون کے خلاف نہایت شدت کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کی اور حکومت برطانیہ کے ہوم سیکرٹری کے نام ایک پُرزور مراسلہ لکھا جس میں اُن جذباتِ غیظ وغضب کی پوری ترجمانی کی جو اس کارٹون سے مسلمانانِ عالم کے دلوں میں قیامت برپا کررہے ہیں۔

اخبار ''سیاست'' ۲۳ر ستمبر ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ ہمیں یہ معلوم کرکے اطمینان ہوا ہے کہ احمدیہ مشن انگلستان کے مہتمم اور احمدیہ مسجد لندن کے پیش اِمام مسٹر اے۔ آر۔ دردؔ نے اخبار اسٹار کی اِس گستاخی پر بذریعہ ایک عرضداشت کے ہوم سیکرٹری کو توجہ دلائی ہے اور اس کے خلاف قانونی کارروائی کی ضرورت جتائی ہے۔ ہم اپنے معاصر کی پُرزور تائید کرتے ہیں۔

(الفضل یکم اکتوبر ۱۹۲۵ء)

حضرت مولانا صاحب کے فوری احتجاج پر ہندوستان کے بڑے بڑے مسلمان اخبارات نے خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا۔ مثلاً ایک اخبار نے لکھا:

''لندن کے مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِس کارٹون نے مسلمانوں کو آتش زیر پا کررکھا ہے۔ چنانچہ وہاں کے ایک امام مسجد مولوی اے۔ آر۔ دردؔ۔ ایم اے نے ... وزیر داخلہ کے پاس اخبار کی اس نازیبا حرکت کے خلاف ایک احتجاجی مکتوب روانہ کیا ہے اور درخواست کی ہے کہ اخبار کے خلاف قانونی مشینری کو حرکت میں لایا جائے۔ اگرچہ احتجاجی مکتوب کے الفاظ اِس قدر پُرزور نہیں جیسا کہ ہونے چاہییں تھے تاہم مولوی اے۔ آر۔ دردؔ صاحب کا یہ فعل مسلمانانِ عالم کی تائید کا مستحق ہے۔''

(اخبار ''تنظیم'' امرتسر ۲۵ر ستمبر ۱۹۲۵ء)

اسی اخبار نے ۲۵ر ستمبر ۱۹۲۵ء کو لکھا: ''ہم حکومت برطانیہ کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر اُس نے اپنے سرپھرے اخبار نویسوں کی ڈوریں ڈھیلی چھوڑ دیں اور انہوں نے نوٹس نہ لینے کی کوتاہی کا ثبوت دیا تو مسلمانانِ عالم کے دلوں میں اس کے خلاف غیظ وغضب بھڑک جائے گا جو اُس کی سیاسیات کے لیے بہت مہلک ثابت ہوگا۔''

معاصر تنظیم نے اپنے احتجاجی الفاظ کو صرف اپنے اخبار میں شائع کرنے کو ہی کافی سمجھا اور ہوم سیکرٹری گورنمنٹ برطانیہ تک پہنچانے کی کوئی فکر نہیں کی۔ اگر وہ ایسا کرتا تو حکومت برطانیہ کو کم سے کم اُس کی شدّت اور زور کا بھی پتہ چل جاتا۔

(اخبار الفضل ۳ر اکتوبر ۱۹۲۵ء)

سٹار کے کارٹون کے خلاف ''الجمعیۃ دہلی'' کے ایڈیٹر جناب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی احتجاج کیا اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؔ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

اخبار ڈیلی ایکسپریس میں ایک توہین آمیز خاکہ

اخبار سٹار نے بیہودہ کارٹون شائع کرکے تمام دنیا کے مسلمانوں کے قلوب پر جو زخم لگایا تھا وہ ابھی تازہ ہی تھا کہ لندن کے اخبار ڈیلی ایکسپریس مؤرخہ ۳ر ستمبر ۱۹۲۵ء نے اپنی شیطنت سے مسلمانوں کے زخم خوردہ دلوں کو ٹکڑے

ٹکڑے کر دیا۔
اخبار مذکور نے ایک بندر کی تصویر شائع کی جس کا نام اللہ رکھا۔ ایسے الفاظ جنھیں مسلمان نہایت مقدس سمجھتے ہیں ان سے اَور چیزوں کو نامزد کرنا حد درجہ کی بے شرمی اور بے وقوفی ہے اور اس کا مقصد جان بوجھ کر مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کر کے اُن میں غصہ اور رنج کے جذبات پیدا کرنا ہے۔
اِس خبر پر الفضل قادیان نے لندن کے اخبارات کو سخت تنبیہ کی کہ وہ ایسی شرمناک روش کو جس قدر جلد ہو سکے ترک کر دیں۔

(الفضل ۶/اکتوبر ۱۹۲۵ء)

۹ ستمبر ۱۹۲۵ء کو اخبار سٹار نے اپنے کارٹون کے متعلق حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؔ سے اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھا:
”مجھے یہ معلوم کر کے بے حد افسوس ہوا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی تصاویر سٹار کے حالیہ ایک پرچہ میں چھپ جانے کے باعث مسلمانوں کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ سٹار اپنے قارئین میں سے جن میں ایک حصہ کثیر مسلمانوں کا بھی ہے کسی کے مذہبی جذبات پر نشتر زنی نہیں کرنا چاہتا۔
اِس خاکہ کا منشا صرف یہ تھا کہ وہ مشہور شخصیتوں کو تصاویر میں دکھائے نہ یہ کہ پیغامبر (محمد ﷺ) کو ایک عظیم الشان مذہب کا بانی ہونے کی حیثیت سے پیش کرے جس میں اُن کے نام کو بہت دخل ہے۔“

(الفضل ۸/اکتوبر ۱۹۲۵ء)

اخبار سٹار کے کارٹون کے متعلق حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؔ نے ایڈیٹر کو ایک خط ۲۷/اگست ۱۹۲۵ء کو لکھا جس میں اِس دل آزار کارٹون پر اپنے تاسف کا اظہار کرتے ہوئے لکھا: ”چونکہ یہ کارٹون آپ کے بعض ثناخوان احباب کی طرف سے شہرت کے لیے بنایا گیا ہے اس لیے بطور مشورہ کہتا ہوں کہ آپ اس کے متعلق عامۃ الناس میں اپنی ناپسندیدگی اور بیزاری کا اظہار کر دیں تا کہ یہ لوگ دوبارہ ایسی غلطی کے ارتکاب کی دلیری نہ کر سکیں۔“
اِس خط کے جواب میں ایڈیٹر نے حضرت مولانا دردؔ صاحب کو لکھا:
”جناب من! میں آپ کی چٹھی مؤرخہ ۲۷/اگست کے لیے آپ کا مرہون منت ہوں مگر میں یہ آپ پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اخبار سٹار پر مجھے کچھ اختیار حاصل ہے نہ ہی اُس کے اِس قسم کے کارٹون شائع کرنے کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ بہرکیف میں اتنا جانتا ہوں کہ محمد ﷺ کی تصویر کہ جس کے متعلق آپ کو شکایت پیدا ہوئی ہے کارٹون چھپنے کے وقت ہمارا سان گمان بھی نہیں تھا کہ یہ بات مسلمانوں کے نزدیک اُن کے دین و ایمان پر ایک ناگوار حملہ سمجھی جائے گی۔ نیز مجھے اِس بات کا یقین دلایا گیا ہے کہ اگر اخبار سٹار اور اُس کے کارٹون نویس کو یہ معلوم ہوتا کہ اِس قسم کا کارٹون دلآزار ہوگا تو وہ بالضرور اِس کے شائع کرنے سے اجتناب کرتے۔
آپ کا مخلص
جیک۔ بی۔ ہوبز (J . B . Hobner)

(اخبار الفضل قادیان دارالامان ۱۳/اکتوبر ۱۹۲۵ء)

ایڈیٹر اخبار سٹار کے جوابی مراسلہ پر حضرت مولوی عبدالرحیم دردؔ صاحب نے ۳/ستمبر کو انہیں پھر خط لکھا کہ آپ سٹار اخبار کے اس کارٹون سے اپنی زبان میں بیزاری فرما دیویں تو آپ کے ثناخوان بہت حد تک آئندہ کے لیے اس قسم کی غلطی کا ارتکاب نہیں کریں گے۔ چنانچہ اس خط و کتابت کے جواب میں حضرت مولانا دردؔ صاحب کو یہ تار موصول ہوا۔
”لندن ۳/اکتوبر ۱۹۲۵ء جیک ہابز (Jack Hobner) کی شہرت میں اب اور بھی اضافہ ہو گیا ہے کہ مسٹر دردؔ رئیس وفد اسلامیہ احمدیہ لندن نے اخباروں میں لکھا ہے کہ ہابز نے مسلمانوں کے مشتعل جذبات کو تسکین دے کر دنیائے اسلام کی حمایت حاصل کر لی ہے۔ جب گذشتہ اگست میں ہابز نے کرکٹ کھیلنے والوں کو اپنے بے نظیر کھیل کی وجہ سے حیرت میں ڈال دیا۔ اس وقت لندن کے ایک اخبار ”سٹار“ نے ایک کارٹون شائع کیا جس میں چند مشاہیر کی تصویریں بنائی گئی تھیں۔ اور ان سب میں بڑی تصویر ہابز کی تھی۔ مسٹر دردؔ نے اخبار مذکورہ کو اظہار تاسف پر مجبور کیا ہے اور اب اُس نے جیک ہابز کا ایک خط شائع کیا ہے جس میں وہ لکھتا ہے:
”مجھے یہ معلوم کر کے تکلیف ہوئی کہ کارٹون نے تمام مسلمانوں کے جذبات کو صدمہ پہنچایا ہے اور اس امر پر زور دینے کے بعد کہ وہ اخباروں کے کارٹون کے ذمہ دار نہیں وہ لکھتا ہے کہ مجھے افسوس ہے کہ مجھے کرکٹ میں جو کامیابی حاصل ہوئی ہے اور جس پر تمام دنیا میں کھیل کے تمام شائقین اظہار مسرت کر رہے تھے۔ بدقسمتی سے ایسا واقعہ پیش آ گیا جس سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو صدمہ پہنچا جو میرے دوست ہیں۔“ (الفضل ۱۳/اکتوبر ۱۹۲۵ء)
اخبار زمیندار نے ”سٹار“ اور ”ڈیلی ایکسپریس“ کے دل آزار کارٹون کے خلاف ایک مضمون لکھا جس میں یہ بھی تحریر کیا: ”...ان اخباروں کی یہ روش اس قدر شرمناک اور قلب پاش ہے کہ مسلمان جس قدر بھی رنج والم اور غم و غصہ کا اظہار کریں تھوڑا ہے۔“ نیز زمیندار میں ان اخباروں کی تباہی و بربادی کے لیے دعائیں کی گئیں۔ اخبار ”الفضل“ قادیان نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:
”ہم زمیندار کو تلخ و تند الفاظ لکھنے میں معذور سمجھتے ہیں اور پُرزور طریق سے آواز بلند کرنے پر اس کی تعریف کیے بغیر بھی نہیں رہ سکتے۔“
نیز الفضل نے بدیں الفاظ دعا کی:
”الٰہی! اندھی دنیا جو تجھ سے دور ہو کر قعر ضلالت میں پڑی غوطے کھا رہی ہے اسے اس قدر سمجھ اور ہوش اور عقل اور خرد عطا کر کہ وہ تیری ذات پاک، تیرے مقدس رسول ﷺ اور تیری روحانیت سے پُر کتاب (قرآن کریم) کی حقیقی قدر کرے۔ فسق و فجور، تکبر و غرور، جہالت و نادانی، شرارت اور فتنہ سے بچے۔ تیرے فرمانبردار مگر کمزور بندوں کی دل آزاری اور ان پر ظلم و ستم نہ کرے۔
اے خدا! تُو اپنے فضل و رحم سے اپنے سچے دین اسلام کو تمام دنیا میں پھیلا دے تا نادان انسان تیری اور تیرے رسول کی ہتک اور بے ادبی کر کے اپنے لیے سامان ہلاکت نہ تیار کریں اور آخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کا وعدہ پورا کرنے کے بعد اب اسلام کو وہی غلبہ، وہی سطوت، وہی شان اور وہی شوکت عطا کر جو پہلے عطا کی تھی۔ خدا تعالیٰ کے حضور یہ اور اس قسم کی اور دعائیں کرنی چاہئیں نہ کہ تباہی اور بربادی کی بددعائیں۔“

(الفضل ۱۳/اکتوبر ۱۹۲۵ء)

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عشق الٰہی

(فرخ سلطان محمود)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔(التوبۃ:100)

اورمہاجرین اورانصارمیں سے سبقت لے جانے والے اوّلین اور وہ لوگ جنہوں نے حسن عمل کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے اوراس نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیارکی ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں۔ یہ بہت ہی عظیم کامیابی ہے۔

جب سے کائنات وجود میں آئی ہے عشق ووفا کے بے شمار قصے اور کہانیاں وجود میں آتے رہے لیکن وہ قصے ادھورے اور مادی اور فنا ہونے والے تھے۔ مرورِزمانہ کی گردنے ان سب کو صفحۂ ہستی سے ان کے ناموں سمیت مٹا ڈالا۔ لیکن عشق ووفا کی ایک داستان مکہ اور مدینہ کی سرزمین پر بھی رقم ہوئی اور آج پندرہ سو سال ہونے کو آئے کہ جس کی خوشبو اور مہک میں کوئی فرق نہیں آیا۔

اس دنیائے رنگ و بُو میں عشق کی پیمائش کا کوئی پیمانہ ابھی دریافت نہیں ہوا۔ عشق کی بے پایاں کیفیات کو تو کبھی ایک عاشق خود بھی پوری طرح نہیں جان پاتا، تاہم حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آغوشِ تربیت سے فیض پانے والے صحابہ کرامؓ کے عشقِ الٰہی کا ذکر ہو تو اپنے معشوق کی محبت کے حصول کے لیے ہمہ وقت بے قرار رہنا، اُس کی رضا کے حصول کے لیے ہر تکلیف اور مشقّت کو برداشت کرنے پر آمادہ رہنا، اپنے محبوب کی اطاعت میں ہر وقت سرِتسلیم خم کیے رکھنا، محبوب یزداں کے ہر لفظ کو اپنے لیے حکم تصور کر کے مصروفِ عمل ہوجانا... اور اس سعیٔ پیہم کے باوجود بھی اپنے محبوبِ حقیقی کی ناراضی کے خوف سے لرزاں و ترساں رہنا۔ الغرض الفاظ اُس عشق کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔

مذکورہ پس منظر کے ساتھ جب ہم صحابہ کرامؓ کے مربی یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت مطہّرہ پر غور کرتے ہیں تو آپؐ کی زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتے ہوئے عقل ورطۂ حیرت میں گُم ہوجاتی ہے کہ ایک ایک لمحہ اپنے ربّ کی محبت میں گزار کر اوراس کے لیے بے شمار قربانیاں پیش کر کے تکمیلِ دینِ اسلام کا علم بلند کرنے کے بعد جب خداتعالیٰ نے اپنے بندے سے اُس کی رضا پوچھی تو آپؐ نے ایک فاتح اور بادشاہ کی حیثیت سے اس دنیا میں رہنے کی بجائے اپنے محبوب حقیقی کی آغوشِ رحمت میں لپٹ جانا مقدّم جانا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بے مثال قربانیوں اور استقلال کو دیکھتے ہوئے کفارِ مکّہ یہی اظہار کرتے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ۔ محمدؐ اپنے ربّ کے عشق میں گرفتار ہے۔ اپنے ربّ کے عاشق صادق اور اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیرتربیت اخلاق اور روحانی ترقیات پانے والے غلاموں کی زندگیوں کا نصب العین بھی خداتعالیٰ سے محبت ہی قرار پایا۔ اُنہیں بھی اپنے ربّ سے عشق کی ویسی ہی کیفیات حسب استطاعت عطا ہوئیں جو اُن کے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بدرجۂ اولیٰ موجود تھیں۔ اوران پاکیزہ روحانی کیفیات کے اثرات کے نتیجے میں اُن غلاموں کی زندگیوں میں بھی ایک انقلابِ عظیم پیدا ہوا جس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

’’آج سے چودہ سو سال قبل عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے اور پشتوں کے بگڑے الٰہی رنگ پکڑ گئے... وہ جو اپنے خصائل اور عادات میں درندوں اور وحشیوں سے ابتر تھے، اخلاق عالیہ سے یوں مزین ہوئے کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ جو ذرۂ خاک تھے ثریا بن کر چمکے۔ جو جاہلِ مطلق تھے، دنیا کے استاد اور معلم بن گئے۔ عرش کے خدا نے رضی اللّٰہ عنہم ورضوا عنہ کا تاج ان کے سروں پر رکھا تو سید الرسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اصحابی کالنجوم کے اعزاز سے انہیں سرفراز کیا۔ یہ تبدیلی ان میں اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ اوّلین وآخرین کے سردار حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو خدا کی آیات پڑھ کر سنائیں، ان کا تزکیہ کیا اور کتاب اور حکمت کا علم عطا کیا: كُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔‘‘

(برکات الدعاء، روحانی خزائن جلد نمبر6، صفحہ نمبر9۔11، مطبوعہ لندن)

اپنے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ سے ایک بار جب کوئی محبوب حقیقی کی محبت کا، اس کے عشق کا جام پی لیتا تو کوئی دُکھ، کوئی تکلیف، کوئی اذیت اس محبت کا نشہ اتارنے میں کامیاب نہ ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ کی تیرہ سالہ تکلیفوں اور ظلم وستم کے دَور میں صحابہ کرامؓ، مرد ہوں یا عورت، عشق کی اس خارزار وادی میں چھلنی قدموں اور زخم زخم جسموں کے ساتھ چلتے رہے، گھسٹتے رہے، بے ہوش ہوتے رہے یہاں تک کہ اپنی جانوں سے بھی ہاتھ دھوتے رہے۔ لیکن اپنے محبوب حقیقی کے عشق میں یہ سب کچھ وہ شربتِ شیریں کی طرح پیتے رہے۔ مکہ کے ظالم جن کے ہاتھ ظلم کرتے کرتے تھک جایا کرتے غصہ میں آکر کہا کرتے کہ محمدؐ اپنے ربّ کا عاشق ہے اور تم محمدؐ کے عاشق ہوگئے ہو۔ ہرچند کہ وہ طنزاً یہ جملہ کہتے لیکن خدا کی قسم کتنا سچ تھا اس جملے میں، کتنی حقیقت تھی اس بات میں۔ وہ واقعی عاشق

تھے۔ اپنے آقا کی الفت کی ایک نظر ان کی تمام تر کلفتوں کو کافور کر دیتی کیونکہ اسی محمد ﷺ کا فیض تھا جس نے انہیں عشق الٰہی کے وہ انداز سکھائے تھے کہ ایمان کے نہایت درجوں پر وہ فائز فرمائے گئے تھے۔ انہیں عشاقِ صادق میں بلالؓ بھی تھے، عمارؓ و یاسرؓ بھی تھے، زِنّیرہؓ و سمیہؓ بھی تھیں، ابوبکر و عمر رضوان اللہ علیہم بھی تھے۔ ایک سے بڑھ کر ایک اپنے عشق و وفا میں نمایاں نظر آتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مکی دَور میں صحابہ کے جذبۂ عشق کا ذکر یوں فرماتے ہیں: ’’گالیاں سنتے تھے، جان کی دھمکیاں دے کر ڈرائے جاتے تھے اور سب طرح کی ذلّتیں دیکھتے تھے پر کچھ ایسے نشۂ عشق میں مدہوش تھے کہ کسی خرابی کی پروا نہیں رکھتے تھے اور کسی بلا سے ہراساں نہیں ہوتے تھے... ایسے نازک زمانہ میں وفاداری کے ساتھ محبت اور عشق سے بھرے ہوئے دل سے جو دامن پکڑا جس زمانہ میں آئندہ کے اقبال کی تو کیا امید، خود اس مردِ مصلح کی چند روز میں جان جاتی نظر آتی تھی۔ یہ وفاداری کا تعلق محض قوتِ ایمانی کے جوش سے تھا جس کی مستی سے وہ اپنی جانیں دینے کے لیے ایسے کھڑے ہو گئے جیسے سخت درجہ کا پیاسا چشمہ شیریں پر بے اختیار کھڑا ہو جاتا ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 151)

الغرض صحابہ کرام اپنے آقا ﷺ کے بیان فرمائے ہوئے ہر اُس طریق پر دل و جان سے عمل پیرا ہوئے جس کے نتیجے میں اُنہیں اپنے محبوب حقیقی کی رضا حاصل ہو جائے۔ پس کسی وجود کے عشق الٰہی کو بیان کرنا دراصل اُس شخصیت کے اُن تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا ہے جن کا تعلق اُس کے اُن اعمال سے ہے جو وہ اپنی محبوب ترین ہستی کی خوشنودی کی خاطر بجا لاتا ہے۔ اس حوالے سے صحابہ کرامؓ کا جذبہ جہاد دیکھیں، انفاق فی سبیل اللہ پر غور کریں، ایثار اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے پہلوؤں پر نظر ڈالیں تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اسلام کی آغوش میں آجانے کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی زندگی اور موت، ہر قول و فعل اور حرکت و سکون، الغرض اُن کی سوچ کا محور اور نیتوں کا مدار بھی خدا تعالیٰ کی محبت کے حصول کی خاطر وقف تھا جس کی عکاسی اُن کے ہر عمل سے ہوتی ہے۔ جب ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر طائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں تو اس امر میں کوئی شک نہیں رہتا کہ وہ اپنے ربّ کی محبت میں سرشار ہو کر زندہ رہے اور اُس کی رضا کے حصول کے لیے ہی اپنی زندگیوں، اپنے مالوں، اپنی اولادوں اور اپنی ہر عزیز چیز کو قربان کرنے کے لیے مسلسل سرگرم عمل رہے۔ اُن کے ہر چھوٹے اور بڑے عمل کا نقطۂ معراج اپنے معشوق حقیقی کی رضا کو پا لینے کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ ان عاشقان کا انتخاب بھی تو محبوب حقیقی نے ہی فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد ﷺ کو منتخب فرمایا۔ پس آپ کو اپنی رسالت سے سرفراز فرمایا۔ یہ انتخاب اللہ نے اپنے علم کی بنا پر کیا۔ آپ کے انتخاب کے بعد پھر لوگوں پر نگاہ ڈالی تو بہترین عباد کو صحابہ کے طور پر انتخاب فرمایا اور ان کو رسول خدا ﷺ کے دین کے انصار اور اپنے نبی کے وزراء بنا دیا۔ (کنز العمال جلد 6 صفحہ 318)

صحابہ کرامؓ نے توحید باری تعالیٰ کی خاطر المناک مشکلات کو برداشت کیا۔ اس راہ میں جانیں قربان کیں۔ انھیں تپتی ہوئی گرم ریت اور پتھروں پر گھسیٹا گیا۔ الٹا لٹکا کر نیچے آگ جلا دی گئی۔ لوہے کی زرہیں پہنا کر چلچلاتی دھوپ میں کھڑا کر دیا گیا۔ بھوک اور پیاس کی اذیتیں دی گئیں۔ ان کے شیر خوار بچوں کو دودھ سے محروم کیا گیا۔ ان کا سوشل بائیکاٹ کیا گیا۔ اموال اور جائیدادیں چھین لی گئیں۔ ماں باپ نے مسلمان بچوں سے جدائی اختیار کر لی۔ انہیں وطن سے بے وطن کر دیا گیا۔ مقدس حاملہ عورتوں کے حمل گرا دئے گئے۔ عبادتگاہیں گرا دی گئیں۔ غرضیکہ ہر دن نئے ظلم و ستم ایجاد کئے گئے۔ ہر رات نئے ظلم تراشے گئے۔ صبح و شام کو مصائب و آلام کی چکیوں میں تبدیل کر دیا گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے یہ سب دکھ مصائب اور تکالیف رب ذوالجلال کی خاطر خندہ پیشانی سے قبول کیں اور توحید کے علم کو بلند سے بلند تر کرتے چلے گئے۔ خدائے بزرگ و برتر نے ان شاندار قربانیوں کو بہت ہی پیار اور محبت کی نظر سے دیکھا اور شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے ان بزرگ ہستیوں کو زندہ جاوید کر دیا جن پر قومیں ابدالآباد تک فخر کرتی رہیں گی۔ چنانچہ ایک دن سرداران قریش نے مسجد حرام کے پاس حضرت نبی کریم ﷺ سے سوال و جواب کرنا شروع کر دیے، پھر پکڑ کر زدوکوب کرنے لگ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے شور و غل سنا اور دوڑے ہوئے آئے اور کہا: تمہارا برا ہو۔ اس عظیم انسان سے اس لیے لڑتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ ہے اور یہ تمہارے پاس روشن دلائل لے کر آیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکرؓ کو مارنا شروع کر دیا۔ آپؓ کی بیٹی حضرت اسماء کہتی ہیں کہ ابا گھر آئے۔ آپ جب بالوں کی مینڈھی کو ہاتھ لگاتے تو وہ آپ کے ہاتھ میں آجاتی۔ اس پر بھی کوئی شکوہ نہ تھا بلکہ فرماتے رہے: تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَام۔ (استعجاب جلد اوّل صفحہ 343)

= آنحضرت ﷺ کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں بتوں کے پجاریوں کی ایسی کایا پلٹی کہ وہ بھی اپنے ربّ کے عشق میں سرشار ہو گئے اور عبادتِ الٰہی ان کی محبوب غذا بن گئی۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ سخت سے سخت مصروفیت کی حالت میں بھی جب نماز کا وقت آتا تو تمام کاروبار چھوڑ کر ادائیگی نماز کے لیے مسجد چلے جاتے۔ حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت ہے کہ صحابہ خرید و فروخت کیا کرتے تھے لیکن فرض نماز کو ہر صورت میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں بازار میں تھا کہ نماز کا وقت آ گیا۔ تمام صحابہ دکانیں بند کر کے مسجد چلے گئے۔ قرآن کریم کی یہ آیت رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (النور: 41) انہی کے بارہ میں نازل ہوئی۔ یعنی یہ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت، خرید و فروخت خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔ (فتح الباری جلد 4 صفحہ 253)

صحابہ کرام کو خدا تعالیٰ سے ایسی محبت تھی کہ اُس کے دربار میں حاضر ہونے سے قبل بہت سے صحابہ اپنے وضو کو تازہ کرتے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارہ میں بھی کتب احادیث میں یہی لکھا ہے۔ (ابوداؤد کتاب الطہارہ)

= احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کو نماز باجماعت ادا کرنے کا اس حد تک شوق تھا کہ بیماری اور تکلیف کے باوجود مسجد میں نماز ادا کرنے کی کوشش کرتے۔ بعض صحابہ دوسروں کا سہارا لے کر مسجد آتے اور نماز باجماعت ادا فرماتے۔ (نسائی کتاب الامامہ باب المحافظۃ علی الصلوٰۃ حیث ینادی)

= اگرچہ آنحضور ﷺ نے یہ اجازت دی ہوئی تھی کہ بارش میں گھروں میں نماز پڑھ لی جائے لیکن صحابہ کو اپنے آقا ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کا اس

قدر شوق تھا کہ بعض صحابہ بارش کی رات بھی مسجد آتے۔
(ابوداؤد کتاب الادب باب ما یقول اذا اصبح)

= خدا تعالیٰ سے محبت کے اظہار میں عبادت کو جو مقام حاصل ہے، صحابہؓ اُس سے پوری طرح آشنا تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ رات عشاء کی نماز باجماعت پڑھانے کے لیے دیر تک تشریف نہ لاسکے۔ عورتیں اور بچے انتظار میں سو گئے تو حضرت عمرؓ نے حضور کو پکارا۔ حضور تشریف لائے اور فرمایا۔ ساری دنیا میں تمہارے سوا اور کہیں لوگ اس نماز کی انتظار میں نہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ یہ ان دنوں کی بات ہے جب مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں ہوتی تھی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی کام کی وجہ سے عشاء کی نماز بہت دیر سے پڑھائی اور صحابہ انتظار میں بیٹھے رہے۔ بعض کو نیند بھی آ گئی۔ آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور فرمایا تم لوگ نماز کی انتظار میں تھے گویا نماز ہی پڑھتے رہے۔ یعنی نماز پڑھنے کا ثواب ملتا رہا۔
(بخاری کتاب مواقیت للصلوٰۃ)

= محبوب حقیقی کے حضور حاضری کے وقت محبوب سے محبوب چیز بھی اگر صحابہ کی توجہ میں خلل انداز ہوجاتی تو وہ ان کی نگاہ میں مبغوض ہوجاتی۔ ایک دن حضرت ابوطلحہ انصاریؓ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک چڑیا اڑتی ہوئی آئی چونکہ باغ بہت گھنا تھا اور کھجوروں کی شاخیں باہم ملی ہوئی تھیں۔ چڑیا ان میں پھنس گئی اور نکلنے کی راہ ڈھونڈنے لگی۔ ان کو باغ کی شادابی اور چڑیا کی اچھل کود کا یہ منظر بہت پسند آیا اور اس کو تھوڑی دیر دیکھتے رہے۔ پھر نماز کی طرف توجہ کی تو یہ یاد نہ آیا کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ دل میں کہا کہ اس باغ نے یہ فتنہ کیا ہے۔ فوراً حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کرنے کے بعد کہا کہ اس باغ کو صدقہ میں دیتا ہوں۔ اسی طرح ایک اَور صحابی کے متعلق روایت ہے کہ وہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ فصل کا زمانہ تھا۔ دیکھا تو کھجوریں پھل سے لدی ہوئی تھیں۔ ان کو دیکھ کر نماز سے توجہ ہٹ گئی اور بھول گئے کہ کس قدر رکعتیں پڑھی ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اس باغ کی وجہ سے میں فتنہ میں مبتلا ہوا ہوں۔ اس لیے اس باغ کو صدقہ کرتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے 50 ہزار پر اسے فروخت کر دیا۔
(مؤطا امام مالک کتاب الصلوٰۃ)

= اپنے ربّ کی محبت پانے کا جنون ایسا تھا کہ سخت سے سخت تکلیف میں بھی صحابہ کرامؓ کی نماز قضا نہیں ہوتی تھی۔ جس دن حضرت عمرؓ کو زخم لگا اسی رات کی صبح لوگوں نے نماز فجر کے لیے جگایا تو فرمایا: ہاں جو شخص نماز چھوڑ دے اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔ چنانچہ اسی حالت میں کہ زخم سے مسلسل خون جاری تھا آپؓ نے نماز پڑھی۔ (بخاری ابواب صلوۃ الخوف باب الصلوۃ عند مناھضۃ العدو)

عشق الٰہی کا اظہار زندگی کے آخری لمحے تک ایسا دکھائی دیتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ چنانچہ بزرگ صحابی حضرت خبیبؓ کو جب شہید کیا جانے لگا تو انہوں نے اپنے قاتلوں سے اجازت مانگی کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ بخاری میں روایت ہے کہ یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے قتل کے وقت دو رکعت ادا کرنے کا طریق جاری کیا۔ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم کہو گے کہ گھبرا کر ایسا کر رہا ہے تو میں اور زیادہ خدا سے محو راز و نیاز ہوتا۔

پھر چند اشعار پڑھتے ہوئے اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاؤں تو میں پروا نہیں کرتا کہ کس پہلو گرتا ہوں۔ اگر خداوند تعالیٰ کو منظور ہوا تو میرے جسم کے ٹکڑوں میں بھی برکت دے دے گا۔ (استیعاب جلد اوّل صفحہ 168، سیر الصحابہ جلد سوم صفحہ 311)

= اپنے ربّ کے حضور حاضری میں کسی وجہ سے تاخیر ہونے لگتی یا اگر کسی رکاوٹ کی وجہ سے نماز قضا ہوجاتی تو صحابہ کرام کو اس کا بہت دکھ اور تکلیف ہوتی۔ غزوہ خندق میں کفار سے برسر پیکار ہونے کے باعث حضرت عمرؓ کی عصر کی نماز قضا ہو گئی تو آپ انتہائی رنج میں کفار کو برا بھلا کہتے ہوئے آئے اور رسول اللہ کے سامنے اپنے دکھ کا اظہار کیا۔ (بخاری ابواب صلوۃ الخوف باب الصلوۃ عند مناھضۃ العدو)

= کفار مکّہ کو علم تھا کہ عشق الٰہی یعنی توحید کا درس ہی اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ ہے اور وہ اپنی بدبختی کی انتہا کرتے ہوئے اسی دروازے میں داخل ہونے والوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیتے۔ خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کرنے کے جرم میں کفار مکہ کی اذیتوں سے مجبور ہو کر حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ہجرت کی اجازت لے کر رختِ سفر باندھا تو راستہ میں ابن الدغنہ رئیس قارہ سے ملاقات ہوئی۔ اس سے پوچھا ابوبکر کہاں کا قصد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ قوم نے مجھے جلاوطن کر دیا ہے۔ اب ارادہ ہے کہ کسی اَور ملک کو چلا جاؤں اور آزادی سے خدا کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا کہ تم سا آدمی جلاوطن نہیں کیا جاسکتا۔ تم مفلس و بے نوا کی دستگیری کرتے ہو، قرابت داروں کا خیال رکھتے ہو، مہمان نوازی کرتے ہو، مصیبت زدوں کی اعانت کرتے ہو۔ میرے ساتھ واپس چلو اور اپنے وطن ہی میں اپنے خدا کی عبادت کرو۔ چنانچہ آپؓ ابن الدغنہ کے ساتھ پھر مکہ واپس آئے۔ ابن الدغنہ نے قریش میں پھر کر اعلان کر دیا کہ آج سے ابوبکرؓ میری امان میں ہیں۔ ایسے شخص کو جلاوطن نہ کرنا چاہیے جو محتاجوں کی خبر گیری کرتا ہے، قرابت داروں کا خیال رکھتا ہے، مہمان نوازی کرتا ہے اور مصائب میں لوگوں کے کام آتا ہے۔ قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو تسلیم کیا لیکن فرمائش کی ابوبکر کو سمجھا دو کہ وہ جب اور جس طرح جی چاہے اپنے گھر میں نمازیں پڑھیں اور قرآن کی تلاوت کریں لیکن گھر سے باہر نمازیں پڑھنے کی ان کو اجازت نہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عبادت الٰہی کے لیے اپنے صحن خانہ میں ایک مسجد بنالی۔ کفار کو اس پر بھی اعتراض ہوا۔ انہوں نے ابن الدغنہ کو خبر دی کہ ہم نے تمہاری ذمہ داری پر ابوبکرؓ کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے مکان میں چھپ کر اپنے مذہبی فرائض ادا کریں۔ لیکن اب وہ صحن خانہ میں مسجد بنا کر اعلان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ ہم کو خوف ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے متاثر ہو کر اپنے آبائی مذہب سے بدعقیدہ نہ ہو جائیں۔ اس لیے تم انہیں مطلع کر دو کہ اس سے باز آجائیں ورنہ تم کو ذمہ داری سے بَری سمجھیں۔ اس پر ابن الدغنہ نے آپؓ سے کہا: تم جانتے ہو کہ میں نے کس شرط پر تمہاری حفاظت کا ذمہ لیا ہے اس لیے یا تو تم اس پر قائم رہو یا مجھے ذمہ داری سے بری سمجھو میں نہیں چاہتا کہ عرب میں مشہور ہو کہ میں نے کسی کے ساتھ بدعہدی کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے نہایت استغنا کے ساتھ جواب دیا کہ مجھے تمہاری پناہ کی حاجت نہیں، میرے لیے خدا اور اس کے رسول کی پناہ کافی ہے۔ (بخاری باب ہجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ)

رضائے باری تعالیٰ حاصل کرنے کے لیے صحابہ کرام انتہائی ذوق و شوق اور مستعدی سے فرض نمازوں کے علاوہ نوافل، نماز تہجد، اشراق اور صلوٰۃ کسوف

وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں صحابہ کرام کی فضیلت اور عبادت کے شوق و لگن کو ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ... الخ (السجدة:17) جب یہ آیات نازل ہوئیں تو صحابہ کرام راتوں کو دیر تک نماز پڑھا کرتے یہاں تک کہ پاؤں سوج جاتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب نسخ قیام اللیل)

= صحابہؓ نے اپنے آقا ﷺ سے عشق الٰہی کی جو ادائیں اخذ کی تھیں اُن کا ہی فیضان تھا کہ نماز کے دوران وہ کسی اَور ہی عالَم کے مکین ہوجاتے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کی نماز کی کیفیت یہ تھی کہ انتہائی انہماک اور سوز و گداز سے نماز ادا فرماتے اور اس قدر رقّت طاری ہوتی کہ ہچکی بندھ جاتی۔ (کنز العمال جلد ششم صفحہ 312)

حضرت امام حسنؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے ”تیرے ربّ کا عذاب یقیناً واقع ہونے والا ہے اور اس کو کوئی دُور کرنے والا نہیں“ تو اتنے متأثر ہوئے کہ رقّت طاری ہوگئی اور روتے روتے آنکھیں سوج گئیں۔ اسی طرح ایک دفعہ تلاوت کرتے ہوئے آپؓ پر اس قدر خشوع طاری ہوا کہ اگر ان کے حال سے ناواقف شخص انہیں دیکھ لیتا تو یہ سمجھتا کہ آپ کی روح ابھی اسی حالت میں پرواز کر جائے گی۔

(کنز العمال جلد ششم صفحہ 337)

= حضرت عمرؓ نماز میں عموماً ایسی سورتیں پڑھتے جن میں قیامت کا ذکر یا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا بیان ہوتا اور خشوع و خضوع اور رقّت کی وجہ سے آنسو رواں ہوجاتے۔ حضرت عبداللہ بن شداد کا بیان ہے کہ باوجودیکہ میں پچھلی صف میں رہتا تھا لیکن حضرت عمرؓ جب آیت اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْ پڑھتے تو آپؓ کے رونے کی آواز مجھے سنائی دیتی۔ (بخاری کتاب الصلوۃ باب اذا بکی الامام فی الصلوۃ)

= صحابہ کرامؓ کے عشق الٰہی کی مثالوں سے قرونِ اولیٰ کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ اپنے ربّ کے حضور عبادت کے لیے حاضری کے وقت اُن کے لیے زندگی اور موت میں کوئی فرق نہ رہتا۔ چنانچہ غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر دو صحابی ایک پڑاؤ پر پہرہ دینے کے لیے مقرر تھے۔ ایک صحابی اپنی ڈیوٹی دے کر سو گئے جبکہ دوسرے نماز پڑھنے لگے۔ کسی مشرک نے نماز پڑھنے والے صحابی کو تیر مارا جو اُن کے بدن میں پیوست ہوگیا۔ اس صحابی نے تیر نکالا اور نماز جاری رکھی۔ اس مشرک نے دوبارہ تیر مارا۔ اس کو بھی انہوں نے نکالا لیکن نماز میں مشغول رہے۔ مشرک نے تیسرا تیر پیوست کر دیا۔ انہوں نے نکالا اور رکوع اور سجدہ میں چلے گئے اور اتنے میں سوئے ہوئے صحابی کو جگا دیا تو وہ مشرک بھاگ کھڑا ہوا۔ زخمی صحابی سے جب ان کے ساتھی نے دریافت کیا کہ مجھے پہلے کیوں نہ جگایا تو وہ کہنے لگے کہ میں ایک ایسی سورت پڑھ رہا تھا کہ اسے ختم کیے بغیر مجھے پسند نہ آیا کہ نماز ختم کردوں۔ جب مشرک نے مجھ پر تیر اندازی کی تو میں نے رکوع کیا اور تمہیں جگا دیا۔ لیکن خدا کی قسم اگر اس پہرہ داری کے فریضہ کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو خواہ میری جان چلی جاتی میں اس سورت کو پورا کیے بغیر نماز ختم نہ کرتا۔ (حیات الصحابہ جلد سوم صفحہ 519)

= حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام مغرب اور عشاء کے درمیان بھی نوافل ادا کیا کرتے تھے۔ اصحاب الصفہ دن کو جنگل سے ایندھن لاتے اور (فرض نماز کے علاوہ) رات کو نوافل ادا کرتے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ (الذّٰریٰت:18)۔ یہ لوگ عبادت میں مشغول رہنے کے سبب راتوں کو بہت کم سوتے ہیں۔

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب قیام النبیؐ)

= اصحاب الصفہ کے بارے میں حضرت امام بخاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ لوگ دن کو جنگل سے ایندھن لاتے اور (فرض نماز کے علاوہ) رات کو نوافل ادا کرتے۔ (بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع)

= ایک روز آنحضرت ﷺ رات کو گھر سے نکلے تو دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ پست آواز کے ساتھ قراءت کر رہے ہیں۔ آگے بڑھے تو حضرت عمرؓ کو نہایت بلند آواز سے نماز میں قراءت کرتے دیکھا۔ جب یہ دونوں بعد میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا۔ ابوبکر! نماز میں تمہاری آواز دھیمی تھی۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں جس (خدا) سے سرگوشی کر رہا تھا اُس کے کان میں میری آواز پہنچ گئی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ تمہاری آواز نماز میں بہت بلند تھی تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مَیں سونے والوں کو جگاتا اور شیطان کو دھتکارتا ہوں۔

(ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب رفع الصوت فی القراۃ)

= خدا تعالیٰ کی جو محبت صحابہ کرامؓ کے دلوں میں موجزن تھی اُس کا ایک نظارہ یوں بھی نظر آتا ہے کہ ابوعثمان نہدی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے سات دن حضرت ابوہریرہؓ کی مہمانی کا فخر حاصل ہوا۔ گھر میں تین افراد تھے۔ ابوہریرہؓ، اُن کی بیوی اور ایک خادم۔ رات کو انہوں نے تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ میں ایک فرد عبادت کرتا تھا۔ جب وہ سونے لگتا تو دوسرے کو اٹھا دیتا اور جب دوسرا سونا چاہتا تو تیسرے کو اٹھا دیتا۔ اسی طرح ایک روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نہایت خشوع و خضوع سے نماز تہجد ادا کرتے۔ صبح ہونے کے قریب ہوتی تو گھر والوں کو جگاتے اور یہ آیت پڑھتے: وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ (طٰہٰ:133) (اپنے گھر والوں کو بھی نماز کا حکم دے)۔ (مؤطا کتاب الصلوۃ باب فی صلوۃ اللیل)

= آنحضرت ﷺ نماز تہجد میں لمبی لمبی سورتیں مثلاً سورۃ بقرہ، آل عمران، مائدہ اور انعام وغیرہ پڑھا کرتے تھے اور جس قدر لمبا قیام ہوتا تھا اسی طرح رکوع اور سجود بھی طویل ہوتے تھے۔ اس قدر طویل اور پُرسکون نماز میں وہی شخص شریک ہوسکتا تھا جس کا دل عشق الٰہی سے لبریز ہوتا۔ بعض صحابہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس طویل نفلی عبادت میں بھی شریک ہوجاتے۔ حضرت عوف بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز تہجد میں شریک ہوا۔ ایک بار حضرت حذیفہؓ کو بھی یہ شرف نصیب ہوا۔ نیز حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بھی۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ کو بھی یہ سعادت ملتی رہی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ششم صفحہ 98)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے ایک رات اپنی خالہ امّ المؤمنین حضرت میمونہؓ کے پاس گزاری۔ جب آدھی رات گزر گئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس سے کچھ بعد تو حضرت نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے۔ سورۃ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں۔ پھر وضو کیا اور نماز تہجد کے لیے کھڑے ہوگئے۔ حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بھی آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز تہجد ادا کی۔ حضورؐ نے دو دو رکعتیں کر کے نماز تہجد

پڑھی اور آخر میں وتر پڑھے۔ پھر لیٹ گئے یہاں تک کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا۔
(بخاری کتاب العمل فی الصلوۃ)

امر واقعہ یہ ہے کہ یہ شوق صرف چند صحابہ کرامؓ تک محدود نہ تھا بلکہ عموماً سب صحابہ میں پایا جاتا تھا اور وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول میں سعی کرتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات آنحضرت ﷺ نے مسجد میں نماز تہجد پڑھی لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ پڑھی۔ پھر دوسری رات بھی آنحضرتؐ نے پڑھی تو بہت سے صحابہ شریک ہو گئے۔ پھر تیسری اور چوتھی رات بھی صحابہ جمع ہو گئے مگر آنحضرت ﷺ تشریف نہ لائے۔ جب صبح ہوئی تو آپؐ نے فرمایا۔ میں نے تمہارا کام دیکھا (یعنی نوافل ادا کرتے ہوئے) مگر میں اس بات کے ڈر سے نہ نکلا کہ تم پر یہ عبادت فرض نہ ہو جائے۔ (بخاری کتاب التہجد)

= بعض صحابہؓ نے خود درخواست کر کے آنحضور ﷺ سے اپنے گھر میں نماز پڑھانے کی درخواست کی تا کہ اُس جگہ کو جائے نماز کا درجہ دے دیں۔ چنانچہ بدری صحابی حضرت عتبان بن مالک انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں اپنی قوم بنی سالم کی امامت کیا کرتا تھا۔ میرے گھر اور اُن کے درمیان ایک نالہ تھا۔ بارش ہو جاتی تو میرے لیے یہ نالہ پار کرنا مشکل ہو جاتا اور میری بینائی میں فتور آ گیا تھا۔ میں نے آنحضرت ﷺ سے اپنی اس مشکل کا ذکر کر کے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے گھر تشریف لا کر ایک جگہ نماز پڑھ کر برکت بخشیں تا کہ میں وہ جگہ نماز کی مقرر کرلوں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ ایک روز حضرت ابوبکرؓ سمیت میرے گھر تشریف لائے۔ اس وقت دن چڑھ چکا تھا۔ آنحضرت ﷺ ایک جگہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اللہ اکبر کہا تو ہم لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے صف باندھ کر دو رکعتیں پڑھیں۔ (بخاری کتاب التہجد باب صلوۃ النوافل جماعۃ)

= عشق الٰہی کے سمندر میں جب بعض صحابہ ایسے غوطہ زن ہو جاتے کہ گویا تارک الدنیا ہو جاتے۔ دنیاوی آرام و آسائش کو قربان کر کے اپنے ربّ کی خوشنودی حاصل کرنے کی آرزو اُن کا نصب العین بن جاتی۔ بعض صحابہ ساری رات عبادت میں اور دن کو روزہ میں گزارتے لیکن ایسا کرنے سے آنحضور ﷺ نے انہیں منع فرمایا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت نبی کریم ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم رات کو عبادت کرتے اور دن کو روزہ رکھتے ہو۔ مَیں نے عرض کیا: یا رسول اللہ یہ درست ہے، مَیں ایسا ہی کرتا ہوں۔ اس پر حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر تُو ایسا کرے گا تو تیری آنکھیں خراب ہو جائیں گی۔ تیری جان کمزور ہو جائے گی۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے۔ تیری اہلیہ کا بھی تجھ پر حق ہے۔ بے شک روزہ بھی رکھو، افطار بھی کرو، عبادت بھی کرو اور سوؤ بھی۔
(بخاری کتاب التہجد باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل)

اسی طرح روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ ایک روز حضرت سلمانؓ اپنے بھائی حضرت ابوالدرداءؓ سے ملنے گئے تو دیکھا کہ اُمّ درداء (ان کی بیوی) میلی کچیلی ہیں۔ انہوں نے حال پوچھا تو کہا تمہارا بھائی ابوالدرداء تارک الدنیا ہو گیا ہے۔ اتنے میں حضرت ابوالدرداءؓ بھی آ گئے اور حضرت سلمانؓ کے لیے کھانا تیار کیا اور کہنے لگے تم کھاؤ میں روزے سے ہوں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا جب تک تم نہ کھاؤ گے مَیں نہیں کھاؤں گا۔ خیر حضرت ابوالدرداءؓ نے کھالیا۔ جب رات ہوئی تو حضرت ابوالدرداءؓ عبادت کے لیے اٹھے۔ حضرت سلمانؓ نے کہا سو جاؤ۔ وہ سو گئے۔ پھر اٹھنے لگے تو کہا سو جاؤ۔ جب رات کا آخری پہر ہوا تو حضرت سلمانؓ نے کہا: اب اٹھو۔ پھر دونوں نے نماز پڑھی تو حضرت سلمانؓ نے اُن کو سمجھایا کہ بھائی! دیکھو اللہ کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری جان کا بھی اور تمہاری بیوی کا بھی اور ہر ایک کا حق ادا کرو۔ یہ سن کر حضرت ابوالدرداءؓ آنحضور ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ سے یہ سب واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا۔
(بخاری کتاب الصوم باب من اقسم علی اخیہ)

ایک دن آنحضرت ﷺ نے گھر میں دو ستونوں کے درمیان ایک رسی بندھی ہوئی دیکھی تو دریافت فرمایا کہ یہ کیسی رسی ہے؟ بتایا گیا کہ یہ رسّی اُمّ المومنین حضرت زینبؓ نے باندھی ہے۔ جب وہ کھڑی کھڑی عبادت کرتے تھک جاتی ہیں تو اس سے سہارا لیتی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اس رسی کو کھول دو۔ تم میں سے ہر شخص کو اس وقت تک عبادت کرنی چاہیے جب تک نماز میں دل لگا رہے۔
(بخاری کتاب التہجد باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دن بنی اسد قبیلہ کی ایک عورت میرے پاس بیٹھی تھی اتنے میں حضرت نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو دریافت فرمایا یہ کون عورت ہے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ یہ فلاں عورت ہے جو رات بھر عبادت کرتی ہے اور سوتی نہیں۔ پھر اس کے نماز پڑھنے کی کیفیت بیان کی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بس اتنا عمل کرو جتنے کی طاقت ہو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو (ثواب دینے سے) تھکتا نہیں۔ تم ہی (عمل کرتے کرتے) تھک جاؤ گے۔ (بخاری کتاب التہجد باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ)

صحابہ کرامؓ اپنے ربّ کے ایسے عاشق اور فنا فی اللہ تھے کہ اپنے ربّ کی عبادت کے لیے بلانے یعنی اذان دینے کے لیے بھی مسابقت کرتے۔ ایک بار حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ان میں قرعہ بھی ڈالا۔ (بخاری کتاب الاذان)

= محبتِ الٰہی کی یہ بھی ایک مثال تھی کہ بعض صحابہ آنحضرت ﷺ کی اقتدا میں نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد پھر اپنی قوم کے پاس واپس جاتے اور انہیں نماز پڑھاتے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز (فرض) پڑھا کرتے تھے۔ پھر جا کر اپنی قوم میں امامت کرتے اور وہی نماز ان کو پڑھاتے۔ (بخاری کتاب الاذان باب ماطول الامام)

= آنحضور ﷺ نے بھی اپنے صحابہ کرامؓ کی توحید باری تعالیٰ سے محبت پر ہمیشہ ہی غیر معمولی خوشی کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کو ایک لشکر پر سردار بنا کر بھیجا۔ وہ صحابی اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتے تو اپنی قراءت کو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پر ختم کرتے۔ جب وہ لوگ واپس لَوٹے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس اس بات کا ذکر ہوا تو آپؐ نے فرمایا: اس سے دریافت کرو کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟ صحابہؓ کے دریافت کرنے پر انہوں نے جواب دیا کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی صفت 'اَحَد' کا ذکر ہے اور مَیں اس کے پڑھنے کو محبوب رکھتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو بتا دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس کو محبوب جانتا ہے۔ (ترمذی کتاب فضائل القرآن)

(باقی آئندہ شمارہ میں ان شاء اللہ)

جھوٹی نبوت کی ایک دعویدار

سجاح بنت حارث

(کلیم احمد کِم)

عرب کا قبیلہ بنوتمیم اپنی سخاوت اور شجاعت میں مشہور اور فصاحت و بلاغت میں منفرد تھا۔ اعلیٰ پائے کے شعراء نے اس قبیلہ میں جنم لیا۔ یہ قبیلہ مدینہ کے اطراف سے لے کر خلیج فارس (ایران) تک پھیلا ہوا تھا جبکہ شمال میں عراق سے فرات تک آباد تھا۔ اس قبیلہ کی کئی شاخیں تھیں مثلاً بنوتغلب، بنوعامر، بنو یربوع، بنودام اور بنوحنظلہ۔ ایک شاخ بنوتمیم میں ایک بچی نے جنم لیا جس کا نام اُس کے باپ نے سجاح بنت حارث رکھا۔ ماحول کے مطابق اس بچی کی تعلیم و تربیت ہوئی۔ یہ بہت خوش گفتار اور ذہین تھی۔ شاعری کا ذوق رکھتی تھی۔ چاشنی والی گفتگو کرنے میں اس کو مہارت حاصل تھی۔ قیادت کا بھی فن آتا تھا۔ عام آدمی پر تو اپنی خوش مزاجی اور گفتگو سے سحر کر دیتی تھی۔ کہانت کا بھی دعویٰ تھا۔ من حیث المجموع ایک ذہین اور شاطر خاتون تھی۔ وہ ایک راسخ العقیدہ عیسائی تھی۔

یمن پر کسریٰ کی حکومت تھی لیکن جب وہاں کا حاکم باذان مشرف بہ اسلام ہوگیا تو اہل فارس کے ہاتھ سے یہ علاقہ نکل گیا۔ اس پر کسریٰ نے مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے ایسے مہروں کی تلاش کی جو مسلمانوں کو آپس میں لڑوا سکیں۔ اس مقصد کے لیے سجاح اچھا آلہ کار تھی۔ یہ اُن کے بہلاوے میں آ گئی اور عرب پر حکمرانی کے خواب دیکھنے لگی۔ پھر اس نے اپنی دلفریب گفتگو، فصاحت و بلاغت اور ذہانت کی وجہ سے اپنے علاقے کے قبائل کو سنہری خواب دکھا کر اپنا ہم نوا بنا لیا اور پھر ان قبائل کے ہمراہ عراق میں اپنے ننھیال کے قبیلے بنوتغلب میں گئی۔ یہ وہ دَور تھا جب نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد متعدد قبائل نے ادائیگی زکوۃ سے انکار کر دیا تھا۔ بنوتمیم کے قبائل میں سے ایک گروہ زکوۃ کی ادائیگی اور خلیفہ کی اطاعت پر تیار تھا جبکہ ایک گروہ انکاری تھا۔ تیسرا گروہ کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ بنوتمیم آپس میں ہی لڑ پڑے اور شدید قتل و غارت ہوئی۔ سجاح نے سمجھا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد مسلمانوں کا اتحاد ایک مشکل امر ہے چنانچہ اس نے لوگوں کو بہلا پھسلا کر ایک لشکر تیار کیا تا کہ وہ مدینہ پر حملہ آور ہو۔ پھر وہ اس ارادے کے ساتھ چلی کہ بنوتمیم میں پہنچ کر اپنی نبوّت کا اعلان کر کے ان کو اپنے ساتھ ملا لے۔ اس کے لوگ یہ کہتے تھے کہ (نعوذ باللہ) ہماری نبیّہ قریش کے نبی سے بہتر ہے کیونکہ وہ تو وفات پا گئے ہیں جبکہ سجاح زندہ ہے۔ بہرحال سجاح پہلے بنو یربوع کے ہاں پہنچی اور مالک بن نویرہ کے ساتھ ملاقات کی۔

مالک بن نویرہ ایک بااثر انسان تھا اور اعلیٰ پائے کا شاعر تھا۔ شجاعت میں بھی کم نہ تھا۔ شیریں سخن، لمبی لمبی زلفیں، خوبصورت، ہنس مکھ اور مجالس کے آداب بھی خوب جانتا تھا۔ جو بھی دیکھتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ سجاح نے اس کو اپنا منصوبہ بتایا کہ وہ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتی ہے تو مالک بن نویرہ نے کہا کہ ہمارے اپنے قبائل میں ہی بہت نا اتفاقی ہے۔ پہلے ان دشمنوں کے ساتھ نپٹ لیں بعد میں حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ جنگ کریں گے۔ پھر سجاح نے دیگر قبائل کو بھی دعوت دی تھی لیکن وکیع کے علاوہ کسی نے ساتھ نہ دیا۔ چنانچہ سجاح نے مالک بن نویرہ اور وکیع کے ساتھ مل کر دوسرے قبیلوں پر چڑھائی کر دی۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی اور بہت جانی نقصان ہوا۔ جلد ہی مالک بن نویرہ اور وکیع نے جانچ لیا کہ سجاح کا ساتھ دینا شر کے سوا کچھ نہیں۔ تب اُن دونوں نے دوسرے قبائل کے ساتھ مصالحت کر لی۔ لیکن اب سجاح کی حالت نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن والی ہو گئی۔ تب اُس نے دوبارہ مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور روانہ ہوگئی۔

سجاح کا لشکر مدینہ کی طرف رواں دواں تھا تو راستے میں اوس بن خزیمہ کے ساتھ اس کی لڑائی ہوگئی جس میں سجاح کو شکست ہوئی۔ اوس بن خزیمہ نے سجاح کو اس شرط پر جانے دیا کہ وہ مدینہ کی طرف رُخ بھی نہ کرے گی۔

پھر سجاح نے یمامہ کا ارادہ کیا تو اُس کے سرداروں نے کہا کہ اہل یمامہ اپنی شان و شوکت اور تعداد میں بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ نیز مسیلمہ بہت طاقتور ہو چکا ہے۔ اس پر سجاح کہنے لگی: علیکم بالیمامة، ودفوا دفیف الحمامة، فانّها غزوة صرامة، لایلحقکم بعدها ندامة (ترجمہ: یمامہ چلو۔ کبوتری کی طرح تیزی کے ساتھ ان پر جھپٹو۔ وہاں ایک زبردست جنگ ہوگی جس کے بعد تمہیں کبھی ندامت نہ اٹھانا پڑے گی۔) سجاح کے سردار اُس کی اس قسم کی گفتگو کو وحی سمجھتے تھے چنانچہ ساتھ ہو لیے۔ سجاح لشکر لے کر یمامہ پہنچی اور ایک چشمے پر پڑاؤ ڈالا۔ مسیلمہ کو اطلاع ملی تو وہ تھوڑا فکر مند ہوا کیونکہ اس کو اطلاع تھی کہ مسلمان کسی بھی وقت حملہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اُس نے اپنا قاصد تحائف دے کر سجاح کے پاس بھیجا اور کہا کہ جان کی امان ہو تو ہم مل کر ایک دوسرے کے مطالبات پر غور کرتے ہیں۔ مسیلمہ نے سجاح کے لیے خاص خیمہ لگوایا جس میں عود اور لوبان جلایا گیا۔ دونوں نے وہاں بیٹھ کر ایک دوسرے کے دعووں کو سنا۔ پہلے مسیلمہ نے اپنی گھڑی ہوئی وحی کا بیان کیا اور اپنی طلاقت لسانی کی وجہ سے سجاح کے دل پر گرفت مضبوط کر لی۔ مسیلمہ نے کہا عرب کی آدھی زمین ہماری ہے اور آدھی قریش کی لیکن جب ہمارا اس پر قبضہ ہو جائے گا تو قریش کی زمین تمہاری ہوگی۔ پھر مسیلمہ نے اپنے حُسنِ بیان اور اپنی خود ساختہ وحی سے سجاح کو متاثر کیا۔ پھر مسیلمہ نے ایک ترپ کا پتہ پھینکا اور تجویز دی کہ نبی اور نبیّہ دونوں مل جائیں اور دونوں نبوّتیں یکجا کر دی جائیں تو ہم اپنے دشمنوں پر غالب رہیں گے۔ سجاح نے بھی آمادگی ظاہر کی۔ چنانچہ دونوں نے شادی کر لی۔ پھر جب سجاح اپنے سرداروں کے پاس آئی اور بتایا کہ اس نے مسیلمہ کے ساتھ شادی کر لی ہے تو سرداروں نے حق مہر کا پوچھا۔ اس پر سجاح واپس گئی تو مسیلمہ نے حق مہر کے طور پر فجر اور عشاء کی نمازیں معاف کر دیں اور یمامہ میں پیدا ہونے والا ایک سال کا غلّہ اُس کے نام کرتے ہوئے نصف غلّے کی ادائیگی بھی اسی وقت کر دی۔ پھر سجاح بنوتغلب میں آ گئی۔ جب اسلامی لشکر نے حضرت خالد بن ولید کی نگرانی میں شدید لڑائی کے بعد مسیلمہ کا کام تمام کیا تو سجاح عراق (الجزیرہ) چلی گئی اور وہاں جا کر اسلام قبول کر لیا۔ بعد ازاں حضرت معاویہ کے زمانہ میں جب کوفہ کے شیعوں کو وہاں سے نکالا گیا اور بنوتمیم کے لوگوں کو الجزیرہ سے کوفہ منتقل کر دیا گیا تو سجاح اپنے قبیلہ کے ہمراہ کوفہ آ گئی۔ حضرت معاویہ کے زمانے میں ہی اُس نے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات پائی۔